جشنِ صد سالہ دارالعلوم منظر اسلام مبارک

(۱۴۲۲ھ ---- ۲۰۰۱ء)

حیاتِ صدر الشریعہ

صدر الشریعہ مولانا علامہ محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالی

(صاحب بہار شریعت) کا تذکرہ خود ان کی زبانی

مرتب

بحر العلوم مولانا علامہ مفتی عبد المنان اعظمی مدظلہ العالی

شیخ الحدیث، شمس العلوم گھوسی،

رضا اکیڈمی - لاہور

میثم قادری

جشنِ صد سالہ دار العلوم منظر اسلام مبارک
(۱۴۲۲ھ — ۲۰۰۱ء)

حیاتِ صدر الشریعۃ

صدر الشریعۃ مولانا علامہ محمد امجد علی اعظمی رحمہ اللہ تعالیٰ
(صاحب بہار شریعت) کا تذکرہ خود ان کی زبانی

مرتب

بحر العلوم مولانا علامہ مفتی عبد المنان اعظمی مد ظلہ العالی
شیخ الحدیث، شمس العلوم گھوسی، انڈیا

رضا اکیڈمی، لاہور

سلسلہ مطبوعات نمبر ۱۱۸

نام کتاب ——— حیاتِ صدر الشریعہ
مصنف ——— بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی، [illegible]
باہتمام وتصحیح ——— علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری رضوی
صفحات ——— ۱۱۲
تعداد ——— ۱۱۰۰
سن اشاعت ——— ربیع الاول [illegible] [illegible]
کمپوزنگ ——— [illegible] کمپوزرز، [illegible] لاہور فون 7225944
ہدیہ ——— دعائے خیر [illegible] رضا اکیڈمی [illegible] لاہور

عطیات بھیجنے کے لیے

رضا اکیڈمی اکاؤنٹ نمبر ۹۳۸/۳۲۸ حبیب بینک
[illegible] لاہور

بذریعہ ڈاک طلب کرنے والے حضرات [illegible] روپے کے ڈاک ٹکٹ ارسال کریں

رابطہ

رضا اکیڈمی رجسٹرڈ مسجد رضا محبوب روڈ چاہ میراں لاہور پاکستان

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	ابتدائیہ	9
	حالات مصنف	15
	ابتدائی تعلیم	20
	مولانا ہدایت اللہ خان جونپوری کی خدمت میں	"
	اول [illegible]	"
	مولانا ہدایت اللہ خان صاحب کا طریقۂ درس	21
	ایک استاذ ایک طالب علم	22
	ان کے طرز تعلیم کے اثرات	"
	مولانا ہدایت اللہ صاحب کا علمی منصب	"
	حضرت مولانا کا درس	23
	صدر الشریعہ پر آپ کا خاص کرم	"
	مدرسے کے طلباء کی نگرانی	"
	عربی تعلیم کا خاص ماحول	"
	واپس وطن اور [illegible] حافظ	24
	قرآن کا ایک ایک دن میں حفظ	"
	محدث سورتی کے حضور	"
	قیام پیلی بھیت اور حلقۂ درس و تدریس	25
	استاذ کی خواہش	"
	والد کی خدمت میں اور ان کی خواہش	"
	آداب فرزندی	26
	پٹنہ میں ورود اور منصب تدریس	"
	امتحان گاہ	27
	قاضی عبد الوحید صاحب	"
	ندوہ کی ملمع کاری	28

پٹنہ میں آفتاب حق کی ضیا باریاں	28
فاضل بریلوی سے شرف نیاز	29
پٹنہ سے علیحدگی	"
والد کا ارشاد	"
پیشۂ آبائی	"
منزل نے پھر آواز دی	"
تبدیل آب وہوا یا تبدیل مشغلہ	30
اہتمام انجمن اہل سنت وانتظام مطبع	"
تنخواہ بھی پریس پر صرف کردی	31
قیام بریلی کی ذمہ داریاں	"
تقسیم کار یا کام کی مشین	32
والد کا سانحۂ ارتحال	"
والد کی قوت برداشت	33
اخیر وقت قابل رشک دماغی حالت	"
دنیا داری کا بار گراں	"
کفل الفقیہ الفاہم اور الدولۃ المکیۃ کے تراجم	34
کچھ الدولۃ المکیۃ کے متعلق	"
مفتیٔ حنفیہ سے اعلیٰ حضرت کی ملاقات	35
اللہ تعالیٰ دیتا ہے وہابی منع کرتے ہیں	36
مجدد دین وملت	37
اعلیٰ حضرت کا زور تحریر	"
عربی زبان پر اعلیٰ حضرت کی قدرت	"
اعلیٰ حضرت کا فارسی زبان پر عبور	38
واقعۂ مناظرہ اعلیٰ حضرت	"
وہابیہ کا وظیفہ پولیس المدد	39
تھانوی صاحب مناظرہ کیلئے نہ آسکے	40
ترجمہ قرآن مجید	"

شاہ عبد القادر کا ترجمہ قرآن تقریباً صحیح ہے	41
اشاعت ترجمہ کی مشکلات	"
ترجمہ قرآن پاک کا اہتمام	42
ترجمہ کا طریقہ کار	"
حضرت سعدی کا ترجمہ قرآن پاک	43
ترجمہ کلام پاک کا طریقہ	"
ترجمہ کے بعد تفسیر	44
اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں فتویٰ نویسی	"
اس میں کچھ شائبہ خوبی تحریر بھی تھا	45
منصب افتاء وقضا کی تفویض	"
ایک خواب	"
اعلیٰ حضرت کا دربار عام	46
اعلیٰ حضرت کی بزم میں ذکر دنیا نہ ہوتا	"
وصال سے ایک روز قبل استغناء کی مثال	47
اعلیٰ حضرت کی مسجد میں نماز کی امامت	"
وضو اور نماز کا امتحان	48
سلاسل تصوف کی خلافت	"
اعلیٰ حضرت کے مزاج میں دخل	49
اعلیٰ حضرت کا وعظ	"
وعظ وتقریر کی جانشینی	50
اذان جمعہ بیرون مسجد کا قصہ	51
گفتہ او گفتۂ اللہ بود	53
واقعہ مناظرہ رنگون	"
علی رؤس الاشہاد اعلان حق	56
ورود رنگون	57
رنگون میں اہل سنت کے جلسے	58

وہابیہ کی ترکیبیں	59
چودھری صاحب خود گئے	60
عشق گر مصلحت اندیش ہے، ہے خام ابھی	61
شخصی میلاد	62
حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا خواب	"
حضرات دیوبند کی بدخواہی	63
باسی کڑاہی میں ابال	64
بلبلہ بیٹھ گیا	65
رنگون سے واپسی	"
مولوی عبدالرحمٰن صاحب	66
پکھریرا میں جلسہ عید میلاد	67
مولوی مرتضیٰ حسن دربھنگی کی دبنگ	"
کبھی کبھی امن پسندی بھی مضر ہوتی ہے	68
نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن	69
دربھنگی صاحب کا ایک اور واقعہ	71
جرأت حق	"
اعلیٰ حضرت کا اضطراب	72
بھاگلپور کا مناظرہ	"
مولوی محمد علی ناظم ندوہ	"
کلکتہ کا مقابلہ	73
بنگال میں تقریر کی آسانی	74
زمانہ طالب علمی کا ایک مناظرہ	"
گھوسی کا دوسرا واقعہ	75
قوت استحضار	76
ابتداء میں طریقہ تعلیم	"
قدیم طرز تعلیم کا مقصد	77

حضرت استاذ کا وصال	77
بریلی سے وابستگی	78
بریلی اسکول کی احتیاط	79
غیب سے سامان سفر	80
بہار شریعت حصہ ششم کی تبییض	81
شاگرد رفیق سفر	"
سفر سمندر کے پریشان کن تجربات	82
دو رکعت نماز پڑھنی بھی دوبھر	"
بمبئی کو واپسی	84
ایک نیا اضطراب	"
اعلیٰ حضرت کی تسکین	85
تن بہ تقدیر یا جذبہ شوق	"
سمندر نے سینہ کھول دیا	86
عدن ساحل پر زندگی کی چہل پہل	"
ایک یمنی طالب علم	"
معلم کا انتخاب	87
جدہ میں پانی کی دقت	"
ایک عجیب حادثہ	88
لو کی شدت	90
منیٰ کا مختصر قیام	"
مکہ کے عمرے	"
مولانا احمد شمس الدین مدنی	91
علمائے حرم میں اعلیٰ حضرت کا چرچا	"
ایک پاگل وہابی	92
مقام ولادت نبوی کے انوار	93
راستے کی صعوبتیں	"

اونٹ کے پاؤں میں آنکھ	94
مولوی عبدالکریم چتوڑی	"
صبح امید	95
سبز گنبد کا کلس	"
حاضری دربار	"
علماء مدینۃ النبی (ﷺ)	96
حجاز میں بدامنی کا دورہ	"
مولانا ضیاء الدین مدنی خلیفہ اعلیٰ حضرت	97
حرم نبوی ﷺ کی ایک رات	"
درد فراق	98
قیام بمبئی	99
اہلیہ کی وفات	101
اعلیٰ حضرت کا وصال	102
تصویروں سے مکان کا تخلیہ	"
عشاق کا ہجوم	103
امام اہل سنت کا جنازہ	"
اہل بصیرت کا احساس	104
بریلی سے اجمیر شریف	105
مجلس علماء کا فیصلہ	"
اجمیر شریف سے جانا طے کرلیا	106
طلبہ کی دل گرفتگی اور دعوت وداع	107
اجمیر شریف میں ورود	"
افتتاح	108
تنہائی کا احساس	109
مثالی دارالعلوم	110
فساد کا بیج	111
خواجہ صاحب کا واسطہ دے کر روک لیا گیا	112

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابتدائیہ

گزشتہ سال اکتوبر 2000ء میں راقم کو ہندوستان کے عظیم ترین ادارے جامعہ اشرفیہ، مبارکپور حاضر ہونے کی سعادت حاصل ہوئی، جامعہ میں حضرت پیر طریقت پروفیسر سید محمد امین میاں برکاتی دامت برکاتہم العالیہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ مارہرہ شریف، ضلع ایٹہ، انڈیا کی سرپرستی میں ''مجلس البرکات'' قائم ہے، جس کا مقصد یہ ہے کہ درس نظامی میں جتنی کتابیں شامل ہیں وہ اہل سنت وجماعت کے حواشی کے ساتھ شائع کی جائیں، سربراہ جامعہ اشرفیہ عزیز ملت حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب مدظلہ العالی، مولانا علامہ محمد احمد مصباحی، محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفےٰ اعظمی، علامہ مفتی نظام الدین، علامہ محمد شمس الہدیٰ اور جامعہ اشرفیہ کے دیگر اساتذہ کے ساتھ آٹھ نو دن میٹنگیں ہوتی رہیں۔ ناظم جامعہ جناب محمد سرفراز صاحب نے ہر طرح کی سہولتیں فراہم کیں۔ بچیس تیس کتابوں کے بارے میں طے پایا کہ انہیں ان کے موجودہ حواشی کے ساتھ شائع کر دیا جائے، کیونکہ ان پر علماء اہل سنت ہی کے حواشی ہیں، البتہ ان میں سے ہر ایک کا ٹائٹل اس طرح تیار کیا کہ پہلے صفحے کے اوپر کتاب کا نام دیا جائے مثلاً: الفوائد الضیائیۃ المشتہرۃ بہ شرح جامی، اس کے بعد شرح جامی کے متن کافیہ کے مصنف، پھر شارح اور محشی کی تاریخ پیدائش ووفات کی تصریح کے ساتھ نام لکھا جائے، ابتدا میں ایک دو صفحے میں ان حضرات کا مختصر تعارف شامل کیا جائے۔

اسی جستجو میں یہ بات سامنے آئی کہ ''ہدایۃ النحو''، ''شرح نخبۃ الفکر'' اور ''جلالین شریف'' پر محشی کا نام لکھا ہوا نہیں ہے، علامہ محمد احمد مصباحی لائبریری سے کتاب کا ایک کے بعد دوسرا نسخہ منگواتے رہے، یہاں تک کہ ہدایۃ النحو کا ایک ایسا نسخہ مل گیا جس پر واضح طور پر مولانا علامہ الٰہی بخش فیض آبادی کا نام بحیثیت محشی لکھا ہوا تھا، شرح نخبۃ الفکر کے بارے میں معلوم ہوا کہ اس پر علامہ مفتی عبداللہ ٹونکی کا حاشیہ ہے، جلالین پر مولانا علامہ ارشاد حسین رامپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد (غالباً مولانا سلام اللہ رامپوری) کے از اول تا شیخ عبدالحق

محدث دہلوی) کا حاشیہ ہے، راقم نے ازراہ تفنن تبصرہ کیا کہ جس کتاب پر مصنف یا محشی کا نام لکھا ہوا نہ ہو سمجھ لیں وہ کسی سنی عالم ہی کی تصنیف ہوگی، کسی دیوبندی کی تصنیف نہیں ہوسکتی، یہ لوگ تو دوسروں کی تصانیف پر اپنا نام لکھنے سے نہیں چوکتے -اس کی تازہ مثال شرح جامی کا اردو ترجمہ ہے جو اہل سنت کے مشہور فاضل مفتی غلام سرور قادری (لاہور) نے کیا اور پاکستان میں ان کے نام سے چھپا، وہی ترجمہ ہندوستان سے ایک دیوبندی عالم کے نام سے چھپا، پھر اسی نام سے پاکستان میں بھی چھپ گیا، انا للّٰہ و انا الیہ راجعون - کچھ کتابوں کے بارے میں تجویز ہوا کہ ان پر نئے حواشی لکھوائے جائیں-

اسی سفر میں دھلی پہنچا تو مکتبہ رشیدیہ سے ایک رسالہ "حمد باری" خریدا جس پر جلی حروف میں محشی صاحب کا نام قاضی سجاد حسین لکھا ہوا ہے، لیکن مصنف کا نام غائب ہے، اس لئے کہ وہ سنی عالم دین مولانا عبدالسمیع رامپوری مصنف انوار ساطعہ ہیں، اسی مکتبہ سے ایک "اردو قاعدہ" خریدا اس پر بھی مرتب کا نام لکھا ہوا نہیں ہے، راقم کی رائے ہے کہ یہ مولانا غلام قادر بھیروی یا مولانا نور بخش توکلی رحمہما اللہ تعالیٰ کا مرتب کردہ ہے اور یہ دونوں سنی عالم دین تھے، دونوں نے اردو قاعدہ مرتب کیا تھا-

سوچنے کی بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ ہمارے ساتھ کیوں ہو رہا ہے؟ -اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم نے مکتبہ قائم کرنے اور لٹریچر کی اشاعت پر توجہ نہیں دی اور نہ ہی اس کی اہمیت کو محسوس کیا- ورنہ یہ کیسے ہوسکتا تھا؟ کہ نسائی شریف، عربی پر محدث جلیل حضرت مولانا وصی احمد سورتی رحمہ اللہ تعالیٰ کا حاشیہ (ہر صفحے پر اردو رسم الخط میں) موجود ہو اور کتاب کے ٹائٹل پر ان کا نام ہی درج نہ ہو-

یہ سب کچھ تو بطور تمہید تھا، دراصل عرض یہ کرنا چاہتا تھا کہ مبارکپور میں یادگار اسلاف، بحرالعلوم حضرت مولانا مفتی عبدالمنان اعظمی مدظلہ العالی شیخ الحدیث شمس العلوم، گھوسی سے بھی (۲۷/اکتوبر ۲۰۰۰ء کو) شرف نیاز حاصل ہوا- بڑی شفقت ومحبت سے پیش آئے، دوران ملاقات انہوں نے ایک کتابچے کا مسودہ دکھایا جس میں صدرالشریعہ،

بدرالطریقہ مولانا محمد امجد علی اعظمی (صاحب بہار شریعت) رحمہ اللہ تعالیٰ کے حالات زندگی (اجمیر شریف کی تدریس کے زمانے تک) بزبان صدر الشریعہ لکھے گئے تھے، اس کتابچے میں حضرت صدرالشریعہ کے ایک حج کا تذکرہ ہے، دوسری دفعہ حرمین شریفین کی حاضری کے ارادے سے ممبئی پہنچے اور ۲/ذیقعدہ، ۶/ستمبر بروز دوشنبہ ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء، کو وہ رب کریم کی بارگاہ میں حاضر ہوگئے - اِنّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ - راقم کی درخواست پر انہوں نے اس کی فوٹو کاپی بنوادی، یہی کتابچہ رضا اکیڈمی، لاہور شائع کرکے ہدیہ قارئین کر رہی ہے-

---

حضرت مولانا مفتی عبدالمنان اعظمی مدظلہ العالی بہترین مدرس، ماہر حدیث محدث، عمدہ خطیب، شاندار قلم کار اور سینکڑوں مشاہیر علماء ومشائخ کے استاد ہونے کے باوجود، سادگی، اخلاق عالیہ، تواضع وانکسار کا پیکر ہیں، مسلسل محنت تو ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی ہے، اہل سنت و جماعت پر انکا عظیم احسان یہ ہے کہ فتاوی رضویہ کی تیسری اور چوتھی جلد کی اشاعت میں حضرت علامہ مولانا عبدالرؤف رحمہ اللہ تعالیٰ کے معاون رہے، ۱۳/شوال ۱۳۹۱ھ کو ان کی وفات کے بعد چار جلدوں (8,7,6,5) کی اشاعت کا اہتمام کیا، اور اب جلد نمبر ۹ کی ترتیب کا کام کر رہے ہیں- حال ہی میں انہوں نے امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی غیر مطبوعہ اور اہم عربی کتاب "شمائم العنبر فی أدب النداء بین یدی المنبر" نہ صرف مرتب کی بلکہ اس کا ترجمہ بھی کیا، جسے رضا اکیڈمی، ممبئی نے شائع کیا ہے- مختصر یہ کہ تمام اہل سنت وجماعت ان کی مساعی جمیلہ کا شکریہ ادا کرنے سے قاصر ہیں-

حضرت بحرالعلوم مولانا علامہ مفتی عبدالمنان ابن شیخ حاجی عبدالغنی انصاری ۷/ربیع الثانی ۱۳۴۴ھ/۱۹۲۵ء، کو مبارکپور ضلع اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے، پانچ سال کی عمر میں دارالعلوم اشرفیہ میں داخل ہوئے، جو اُس وقت ایک مدرسہ کی شکل میں تھا اور اب بحمدہ تعالیٰ مجوزہ یونیورسٹی کی سطح تک پہنچ چکا ہے، ۲۲ سال کی عمر میں ۱۳۶۶ھ/۱۹۴۷ء، میں فراغت حاصل کی، اس سال محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا علامہ محمد سردار احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے

امتحان لیا اور اپنی رائے بایں الفاظ تحریر کی:

دورۂ حدیث کے طلبہ کا امتحان لیا، طلبہ نے بہت اچھا امتحان دیا، دورۂ حدیث کے ایسے طلبہ جو امسال فارغ ہو رہے ہیں، پنجاب و ہند کے دیگر مدرسوں میں کمیاب ہیں (سردار احمد ۱۴؍ جمادی الآخری ۱۳۶۶ھ)

حضرت مفتی صاحب نے اول تا آخر تعلیم جامعہ اشرفیہ، مبارک پور سے حاصل کی، آپ کے اساتذہ میں حافظ ملت مولانا حافظ عبدالعزیز مرادآبادی سربراہ جامعہ اشرفیہ، علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی، مولانا محمد سلیمان بھاگلپوری اور علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری تھے رحمہم اللہ تعالیٰ

فراغت کے بعد ایک سال مدرسہ ضیاء الاسلام، پرانا گورکھپور، سات سال مدرسہ انوار العلوم تلشی پور، ضلع گونڈہ میں فرائض تدریس انجام دیتے رہے، شوال ۱۳۷۵ھ/ ۱۹۵۶ء میں دارالعلوم اشرفیہ کے صدر مدرس مقرر ہوئے، پھر ۱۳۸۷ھ میں افتاء کی ذمہ داری آپ کے سپرد کی گئی، بعد میں شیخ الجامعہ بھی بنا دیے گئے۔ لیکن ناگفتہ بہ حالات کی بنا پر ۱۴۰۴ھ/ ۱۹۸۳ء میں مستعفی ہو گئے۔ مدرسہ شمس العلوم، گھوسی کے منتظمین کو معلوم ہوا تو وہ انہیں بصد اصرار اپنے دارالعلوم میں لے آئے، اس وقت سے اب تک شمس العلوم میں مسند شیخ الحدیث پر فائز ہیں، افتاء کی ذمہ داری بھی ادا کر رہے ہیں۔ یاد رہے کہ گھوسی ایک قصبہ ہے جو مبارک پور سے تیس پینتیس کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے، اسی قصبہ میں صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی اعظمی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شمس العلوم کی بنیاد رکھی تھی۔ جس میں آج تین سو طالب علم تعلیم حاصل کر رہے ہیں، اسی قصبہ میں طلبہ و طالبات کے لئے جامعہ امجدیہ کے عظیم ہوسٹل واقع ہیں جن میں طلباء اور طالبات کی کثیر تعداد تعلیم حاصل کرنے میں مصروف ہے۔ حضرت صدر الشریعہ کی کرامت یہ ہے کہ گھوسی کے تقریباً ہر گھر میں دو علماء موجود ہیں۔

آپ کو فرائض تدریس انجام دیتے ہوئے تقریباً ساٹھ برس ہو گئے ہیں، اس عرصے میں نامور علماء و فضلاء نے آپ سے اکتساب فیض کیا، چند نام درج ذیل ہیں:

۱-☆ مولانا عبداللہ خان عزیزی شیخ الحدیث والقرآن۔

۲-☆ مولانا علامہ سید محمد مدنی میاں، بین الاقوامی خطیب اور پیر طریقت۔

۳-☆ مولانا قمر الزماں اعظمی، مبلغ اسلام (انگلینڈ)۔

۴-☆ مولانا علامہ یٰسین اختر مصباحی، ادیب، مفکر اسلام (دہلی)۔

۵-☆ مولانا علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی (مبارکپور) وغیرہم۔

۹؍ رجب ۱۳۶۵ھ/ ۱۹۴۴ء کو محلہ پرانی بستی، قصبہ مبارکپور کے شیخ عبدالغفور انصاری کی صاحبزادی سے نکاح ہوا۔ آپ کے ایک عالم و فاضل صاحبزادے اور تصنیف و تالیف کے شیدائی مولانا محمد احمد مصباحی رحمہ اللہ تعالیٰ جواں سالی میں انتقال کر گئے، دوسرے صاحبزادے مولانا شکیب ارسلان زید مجدہٗ مبارکپور میں وسیع مکتبہ "حق اکیڈمی" کے نام سے چلا رہے ہیں اور اپنے عظیم والد کی طرح سراپا اخلاق ہیں۔

حضرت کی زیادہ تر توجہ فتاویٰ رضویہ کی ترتیب و اشاعت کی طرف رہی، اس کے باوجود آپ کی چند تصانیف منظر عام پر آئی ہیں۔

۱- **الشاهد**: مولوی عبدالرؤف جھنڈے نگری (غیر مقلد) کے رسالہ "تردید حاضر و ناظر" کا جواب۔

۲- **بدعت** کیا ہے؟ موضوع نام ہی سے ظاہر ہے۔

۳- **ازالۂ اوہام**: بر جونالہ کلکتہ کے آس پاس ایک جاہل ریٹائرڈ پولیس مین کے اعتراضات کا جواب۔

۴- **ندائے یارسول اللہ**: پالن حقانی کی ایک تقریر کا جواب۔

۵- ۱۹۷۴ء میں سفر حج کے دوران احادیث نبویہ کا ایک منتخب مجموعہ ساتھ تھا اس کا ترجمہ کیا۔

۶- سیرت مبارکہ پر ایک مفید کتاب "**محمد مثل الکامل**" کا ترجمہ کیا۔

۷- امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف لطیف "**شمائم العنبر**" کی تصحیح اور ترتیب کے ساتھ اس کا ترجمہ بھی کیا جو پاک و ہند میں چھپ چکا ہے۔

۸- **مضامین بحر العلوم**: آپ کے متفرق مقالات آپ کے فاضل صاحبزادے

مولانا محمد احمد مصباحی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مرتب کر کے مفتی پبلی کیشنز، مبارکپور کی طرف سے شائع کیے۔¹

اہل سنت و جماعت کا پاک و ہند میں عمومی مزاج یہ ہے کہ مختلف تقریبات میں زرِ کثیر کھانے پینے کی چیزوں پر خرچ کر دیتے ہیں، اس کے برعکس رضا اکیڈمی، ممبئی (انڈیا) اور رضا اکیڈمی، لاہور (پاکستان) نے رسائل و کتب کی اشاعت کی طرف زیادہ توجہ دی اور ارباب قلم کی حوصلہ افزائی کی اہمیت محسوس کی، چنانچہ رضا اکیڈمی، ممبئی نے اس وقت تک چھ ایسے ارباب قلم کو امام احمد رضا ایوارڈ اور نقد رقم پیش کی ہے جنہوں نے اسلام اور رضویات کے موضوع پر کام کیا ہے، ۱۹۹۴ء میں حضرت مولانا مفتی عبدالمنان اعظمی کو امام احمد رضا ایوارڈ اور پچیس ہزار روپے نقد پیش کئے، مولائے کریم جل مجدہٗ اراکین رضا اکیڈمی، ممبئی کو جزائے خیر عطا فرمائے اور تمام اہل سنت و جماعت کو یہ شعور عطا فرمائے کہ اپنی رقوم تعمیری کاموں پر صرف کریں، صرف کھانے پینے اور گنبد بنانے پر صرف نہ کریں۔

حضرت بحرالعلوم سے گزارش ہے کہ انہوں نے حضرت صدرالشریعہ کے شاگردوں سے استفادہ کر کے جو کچھ مواد قلم بند کیا ہے وہ بھی ہمیں عطا فرمائیں تاکہ اسے بھی شائع کیا جائے۔

اے رب العالمین! رضا اکیڈمی لاہور، رضا اکیڈمی، ممبئی کے اراکین کو دین و دنیا کی دولتوں سے مالا مال فرما، جو صالح لٹریچر شائع کر کے تقسیم کرتے ہیں اور اسی طرح دین متین کا پیغام پھیلانے میں ہمہ تن مصروف ہیں۔

۱۱ر صفر ۱۴۲۲ھ — محمد عبدالحکیم شرف قادری برکاتی

۶ر مئی ۲۰۰۱ء — شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

ناظم تعلیم و تربیت جماعت اہل سنت پاکستان

---

¹ مفتی صاحب کے یہ حالات مضامین بحرالعلوم کے ابتدا میں تعارف مصنف (ص ۵ تا ۲۰) تحریر علامہ محمد احمد مصباحی رحمہ اللہ تعالیٰ اور سوغات رضا، مرتبہ مجاہد سنت محمد سعید نوری شائع کردہ رضا اکیڈمی، ممبئی سے لئے گئے ہیں، اس کتاب میں مفتی صاحب کے خود نوشتہ حالات درج ہیں۔ ۱۲ شرف قادری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی حبیبہ الکریم

بچپن ہی سے مجھے قصوں، کہانیوں سے شغف رہا ہے۔ جب شعور کچھ پختہ ہوا تو انکی جگہ تاریخ اور سیرت و سوانح نے لے لی، جن میں بزرگان دین اور اولیاء کرام کے تذکروں نے مجھے بے حد متاثر کیا۔ ان تذکروں میں سبب تالیف کے سلسلہ میں انکے مولفین نے یہ بھی تحریر کیا ہے۔ "کہ ہم نے یہ کتاب اس لئے تصنیف کی ہے کہ جن بزرگوں کے ظاہری جسم کی برکات شرف و قرب سے ہم محروم ہو گئے ہیں، ان کی تعلیم اور ان کے کردار کی سعادتوں سے کیوں محروم رہیں؟۔"

میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ آجکل بھی ایسے بہت سے حضرات موجود ہیں جن کا وجود مسلمانوں کے ایک بڑے طبقے کو زندگی کی حرارت اور جدوجہد کی طاقت بخش رہا ہے۔ جنکی پرتاثیر زندگی اور حیات بخش افکار و خیالات سے ایک بڑا گروہ غیر معمولی طور پر متاثر ہے۔ پس کیوں نہ ان کے حالات بھی جمع کر کے شائع کئے جائیں۔ جو اپنی ذات و صفات سے ایک پوری قوم کیلئے رہنمائی کا سرچشمہ ہیں، ظاہر ہے کہ ان کے حالات بھی آئندہ نسل کیلئے مشعل راہ ثابت ہونگے۔

میرے اس خیال کو مہمیز ایک جذبۂ رشک نے بھی کیا۔ میں دیکھتا تھا کہ دیگر طبقات کے مشاہیر جو اپنی تاثیری قوت اور عددی طاقت میں میرے نزدیک نہایت بونے اور حقیر واقع ہوئے ہیں، تذکرہ نگاروں کے چابکدست قلم نے انہیں نہایت دراز قد اور بھاری بھرکم بنا ڈالا ہے۔ اور انکی زندگی میں ہی اس کثرت کے ساتھ اس کے حالات شائع کیے گئے کہ تحریری سطح پر وہی لوگ اہل اسلام کی آبرو ہو کر رہ گئے ہیں۔ جبکہ ان کے مقابل دوسرے حضرات جو حقیقۃً ملت کا خیر اور قوم کی روح تھے۔ جو اپنی ظاہر حیات میں رشد و ہدایت کے افق پر آفتاب بن کر چھائے رہے۔ پردہ کرتے ہی صفحہ قرطاس سے ایسا غائب ہوئے کہ کوئی انکا حال بتانے والا نہ رہ گیا۔ حالانکہ قوم پر ان کا حق تھا کہ ان کے بعد انکی یاد تازہ رکھتی۔"

تو گویا قوم کے سر سے یہ بوجھ ہلکا کرنے کا خیال بھی اسکا محرک ہوا۔ کہ ان بزرگوں کے حالات جمع کر کے شائع کیے جائیں۔

ایسے حضرات کی ایک طویل فہرست ہے، جن کے ساتھ میرا احترام وعقیدت کا رشتہ ہے، جیسے "اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی" علیہ الرحمۃ، مجدد خاندان اشرفیہ حضرت "شاہ علی حسین صاحب اشرفی میاں" علیہ الرحمۃ، قائد حریت حضرت مولانا "فضل حق خیر آبادی" رحمۃ اللہ علیہ، حجۃ الاسلام مولانا "حامد رضا" علیہ الرحمۃ والرضوان، مفتی اعظم ہند حضور مولانا شاہ "مصطفیٰ رضا خان" مدظلہ، حضرت مولانا "سید سلیمان اشرف" فاضل بہاری مرحوم و مغفور، صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی صاحب "مصنف بہار شریعت قدس سرہٗ، استاذ العلماء حضرت مولانا "سید نعیم الدین صاحب" نور اللہ ضریحہ، مولانا ہدایت رسول لکھنوی، مولانا "فضل رسول بدایونی"، مبلغ اسلام حضرت مولانا "عبد العلیم صدیقی میرٹھی" علیہم الرحمۃ والرضوان۔

لیکن نمونۃً میں نے صدر الشریعہ حضرت مولانا "امجد علی" صاحب علیہ الرحمۃ کو منتخب کیا جن سے میں نسبۃً قریب بھی تھا، اور جن کے حالات جمع کرنا میرے نزدیک سہل الحصول بھی تھا۔

یہ ذکر اب سے تقریباً پچیس سال قبل (رمضان ۱۳۶۵ھ) کا ہے جبکہ میں اشرفیہ میں طالب علم تھا۔ چنانچہ میں نے اپنے اس خیال کا ذکر اپنے استاذ حضرت مولانا "عبد المصطفیٰ ازہری" صاحب مدت فیوضہ سے کیا۔ جو اُس وقت اشرفیہ میں مدرس تھے۔ اور اس وقت حضرت "صدر الشریعہ" کے سب شاہزادوں میں بڑے وہی ہیں۔ حضرت "ازہری" صاحب موصوف مجھے اپنے ساتھ رمضان شریف کی تعطیل میں گھوسی لے گئے۔ اور حضرت "صدر الشریعہ" سے عرض کی، اس کا یہ خیال ہے۔ اور ظاہر ہے کہ "ہندوستان" میں اہل سنت و جماعت کا جو کام حضرت "مجدد مائۃ حاضرہ" مولانا شاہ "احمد رضا خان صاحب" بریلوی رضی اللہ عنہ کے ذریعہ ہوا ہے۔ اسکا آپ سے زیادہ جاننے والا

اور کون ہوگا؟ اور اس سلسلہ میں "ازہری صاحب" نے "اعلیٰ حضرت" کے ترجمۂ کلام پاک کا خاص طور سے ذکر کیا، کہ اس کی صحیح تعریف آپ ہی بتا سکتے ہیں۔

پہلے تو آپ نے ٹالنا چاہا، پھر کچھ ردّ وکدّ کے بعد تیار ہو گئے، اور روزانہ تھوڑے تھوڑے حالات لکھوانے لگے۔ تقریباً دس یوم یہ سلسلہ جاری رہا۔ اور حضرت کے قیام اجمیر شریف تک کے حالات قلم بند ہو سکے تھے کہ ۲۰؍رمضان کی تاریخ آگئی، اور حضرت نے حسب معمول اعتکاف فرمایا۔ اور مجھے فرمایا "میاں اب خدا کے گھر میں، وہ بھی حالت اعتکاف میں اپنا ذکر، اپنے ہی منہ سے مجھے کچھ اچھا نہیں لگتا، اور اس کے بعد کے حالات تو حافظ عبد العزیز مولوی سردار احمد صاحبان (جلالۃ العلم، حافظ ملت مولانا حافظ عبد العزیز محدث مرادآبادی بانی جامعہ اشرفیہ، مبارکپور، انڈیا اور محدث اعظم پاکستان مولانا علامہ ابو الفضل محمد سردار احمد چشتی قادری، فیصل آباد۔۔۔ رحمہما اللہ تعالیٰ ۱۲۔ شرف قادری) اور بہت سے لوگوں کو معلوم ہیں، انہیں لوگوں سے مکمل کر لینا" گویا جو بات دل پر جبر کر کے شروع فرمائی تھی۔ اس سے بچنے کیلئے ایک معقول عذر ہاتھ آگیا۔ اور یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔ لیکن اب جو حالات میرے سامنے آئے تو میں کہتا ہوں، اے کاش رمضان کی تاریخیں کچھ اور کھسک گئی ہوتیں یا میں ہی کچھ روز اور پہلے پہنچا ہوتا۔

مختصر یہ کہ اپنی اس ابتدائی کامیابی پر میں نہایت خوش خوش واپس لوٹا۔ اور خیال ہوا کہ حضرت کے تمام شاگردوں کے پاس ایک ایک خط روانہ کر دونگا، اور مہینوں میں ایک مکمل سوانح عمری تیار ہو کر منصۂ شہود پر آجائے گی۔ مگر افسوس ؎ اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

آج سالہا سال کے بعد بھی پورے حالات جمع نہ ہو سکے، خط کا جواب خیر کیا ملتا؟ بالمشافہہ عرض معروض میں بھی سو طرح کے جواب، کسی نے فرمایا۔ "کیا بتائیں؟ کبھی اس خیال سے صدر صاحب (حضرت صدر الشریعہ) کی زندگی کا مطالعہ ہی نہیں کیا تھا کہ اس پر مضمون لکھنا ہوگا۔" کسی نے کچھ، اور کسی نے کچھ۔

الغرض تھک ہار کر یہ سوچا ان حضرات سے خود ان کے حالات زندگی دریافت کیے

جائیں۔ ہوسکتا ہے ان کے ضمن میں "صدر الشریعہ" کے کچھ حالات مل جائیں۔ اس کے لئے بھی مجھے کافی پاپڑ بیلنے پڑے، اور کافی وقت صرف ہوا۔ ہر شخص کے پاس جا کر حالات دریافت کر کے خود تحریر کیا اس طرح کچھ حضرات کے حالات کا ایک ذخیرہ جمع ہو گیا ہے۔ اور بقول شخصے۔ لفت [illegible] جمع کیا کتنے تو دیوان کیا ——— مگر ان حالات میں جو کچھ ہو سکتا تھا اس کے بارے میں کیا ذکر کیا جائے؟۔

"تصوف" کی کتابوں میں "صوفیوں" کے ایک "فرقہ" کا حال ملتا ہے۔ جو نہ صرف یہ کہ اپنے نیک اعمال کو لوگوں کی نگاہوں سے چھپاتا ہے۔ بلکہ کچھ ایسے اعمال بھی کرتا ہے کہ جن سے بظاہر عوام ان سے متنفر ہو جائیں۔ اور وہ یکسو ہو کر ذکر و فکر میں مصروف رہ سکیں۔ اس جد و جہد کے سلسلہ میں مجھے یہ تجربہ ہوا، کہ میں جن بزرگوں کے حالات جمع کر رہا ہوں، وہ بھی اپنی خوبیوں کے "اخفاء" میں اس حد تک تو نہیں مگر متذکرالصدر طبقہ سے کچھ نہ کچھ متاثر ضرور ہیں، اور اس ڈر سے کہ کہیں ریاکاری یا خودستائی نہ ہو جائے۔ تحدیث نعمت سے بھی گریز کرتے ہیں اور اگر کہیں ایسا ذکر درمیان میں آ پڑے تو اس سے صاف دامن بچا لیتے ہیں۔

مجاہد ملت حضرت "مولانا حبیب الرحمان" صاحب رئیس اڑیسہ، ایک بہت بڑے جاگیردار اور نہایت دریا دل بزرگ ہیں، طالب علمی کے عہد سے صدر مدرسی کے زمانہ تک ضرورت مند طالب علموں کی ایک بھیڑ رکھتے تھے۔ جن کے کفیل یہ خود ہوتے۔ ملازمت کے زمانہ میں کبھی بھی انہوں نے تنخواہ نہیں لی۔ مگر ان کے حالات میں خود ان کے بیان میں آپ [illegible] محسوس کریں گے۔ کہ یہ ایک امیر کبیر اور فیاض زمیندار کی روداد حیات ہے۔

حاجی مولوی "مبین الدین" صاحب صدر المدرسین مدرسہ مظہر اسلام بی جی. فرمانے لگے "صدر الشریعہ صاحب" سے متعلق بہت سے واقعات میں اپنی مدح کا پہلو بھی نکلتا ہے اس لئے خودستائی کے خوف سے میں نے انہیں تحریر نہ کیا۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان بزرگوں کے حالات فراہم کرنا کتنا مشکل کام ہے؟۔

پھر جو کچھ بھی جمع ہوا، اس ذخیرۂ حالات میں سے "صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ" کے حالات کی جمع اور ترتیب وہ بھی اسی طریقہ پر، پھر جدید سوانحی انداز سے ان کے کارناموں پر مفید اور کتابوں پر تبصرہ، اس کے لئے کافی فرصت اور وسیع مطالعہ اور طویل تجربہ چاہئے ہے، اور یہاں ہر چیز مفقود ہے۔ ہر عمر گریز اس ہوا پر [illegible] چلی جا رہی ہے۔ [illegible] ہے کہ جو کچھ بھی ہوا ہے۔ نذر حوادث روزگار نہ ہو جائے۔ اس لئے خیال ہوا کہ جتنا کچھ ہے اور جس پیرایہ میں ہے۔ اس کو چھاپ دیا جائے۔ اس میں اور کچھ خوبی نہ ہو گی تو حقیقت کی بے ساختگی تو ضرور ہو گی اور پھر ممکن ہے کہ انہیں متفرق اوراق سے آئندہ کوئی مفید سوانحی مسودہ تیار ہو جائے۔ کوئی اللہ کا بندہ پیدا ہو جائے۔

اس وجہ سے اب اس مجموعہ کی صورت کچھ اور ہو گئی۔ یہ چند بزرگوں کے حالات کا ایک مجموعہ ہے۔ جس میں کہ عبرت و بصیرت کیلئے سامان کے ساتھ ساتھ معارف علم بھی بکھرے ہوئے ہیں۔ پھر ہر ایک کے حالات میں خود صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کے کچھ حالات بھی آ گئے ہیں۔ (اس وقت صرف صدر الشریعہ کے حالات ہی بکھر آ گئے ہیں [illegible] اشاعت کو غنیمت جانا جا رہا ہے۔ ۱۲ اشرف قادری)

حالات جمع کرنے میں عموماً میرا طریقہ کار یہ رہا ہے کہ ایک "دو نشست" میں بیٹھ کر کچھ واقعات سن لئے، پھر تنہائی میں انہیں اپنی یاد سے قلمبند کر لیا۔ پھر متعلقہ حضرات کو دوبارہ سنا دیا۔ پھر بھی اس میں کسی قسم کی کوتاہی ہو۔ تو آپ اسے میرے قلم کی غلطی تصور کریں، ان اصحاب کا دامن اس غلطی سے پاک ہے۔ اور میں مشکور ہوں گا، اگر مجھ کو میری غلطیوں پر مطلع کیا جائے۔

۲۲ رشعبان ۱۳۹۰ ہجری

عبدالمنان

اشرفیہ مصباح العلوم مبارکپور۔ انڈیا۔

ابتدائی تعلیم:-

بالکل ابتدائی تعلیم اپنے دادا مولانا خدا بخش صاحب مرحوم سے حاصل کی۔ ان کے وصال کے بعد مولوی الٰہی بخش صاحب ساکن دیا گنج ضلع اعظم گڑھ تلمیذ مولوی تراب علی صاحب لکھنوی سے کچھ پڑھا جو بیبی گھوسی کے مدرسہ میں مدرس تھے اور کبھی کچھ دنوں سے پڑھاتے رہے تھے مگر یہ زمانہ ایسا تھا کہ کوئی شخص بھی نہ تعلیم کا مکلف تھا نہ نگراں تھا بہر حال بچپن کا زمانہ بہر صورت کئی سال تک بے انتظامی کے ساتھ تعلیم کا کچھ معمولی سا سلسلہ جاری رہا۔

مولانا ہدایت اللہ خان جونپوری علیہ الرحمہ کی خدمت میں:-

پھر غالباً ابتدائے شوال ۱۳۱۴ھ جونپور کا سفر کیا۔ اس زمانہ میں ریل گاڑی نہ تھی اور سواری کے انتظام میں دشواری تھی، یہاں سے اعظم گڑھ تک پیدل پھر وہاں سے جونپور [illegible] گاڑی پر پہنچا مدرسہ حنفیہ میں اپنے برادر عزیز مولوی محمد صدیق صاحب کے پاس قیام کیا۔ خود مولوی محمد صدیق صاحب اور مولانا سید ہادی حسن صاحب جو حضرت مولانا محمد ہدایت اللہ خان صاحب علیہ الرحمہ کے شاگرد تھے اور اس مدرسہ میں مدرس دوم تھے۔ ان لوگوں سے کچھ دنوں تعلیم حاصل کی۔ تھوڑے زمانہ کے بعد حضرت مولانا ہدایت اللہ خان صاحب علیہ الرحمہ نے اپنے زیر تعلیم لے لی۔

اول بآخر نسبتے دارد:-

شروع ہی سے پڑھانے کا شوق زیادہ تھا یہاں تک کہ کافیہ، تہذیب اور شرح تہذیب پڑھنے کے زمانہ میں ان سے نیچے کی تمام کتابیں طلباء کو پڑھایا کرتے تھے، چونکہ بڑے اساتذہ کو نیچے کی کتابوں کی تعلیم میں پوری دلچسپی نہیں ہوتی - سمجھدار طالب علم اس بات کی کھوج میں رہتا ہے کہ کوئی مخلص کوشش کے ساتھ ہمیں تعلیم دے، اس نظریے کے ماتحت طلباء کی رجوع روز بروز زیادہ ہوتی رہی۔ جتنا خود اوپر کے درجہ کی تعلیم میں ترقی کرتے جاتے تھے اسی تناسب سے پڑھانے کا سلسلہ بھی بڑھتا ہی جاتا تھا۔ سبق پڑھنے کے بعد ان کا سارا

وقت بلکہ رات کا بھی کچھ حصہ پڑھانے میں صرف ہوتا تھا۔

حضرت مولانا ہدایت اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ درس:-

حضرت استاذ الاساتذہ مولانا ہدایت اللہ خان صاحب علیہ الرحمہ اپنی خاص توجہ مبذول فرماتے تھے اور خصوصیت کے ساتھ تعلیم کی دیکھ بھال کرتے تھے، ان کا مخصوص طلبہ کے ساتھ طریق تعلیم یہ تھا کہ سارا بوجھ طالب علم کے ذمہ ہوتا تھا، خود صرف الفاظ پر تنبیہ فرمایا کرتے تھے، نہ عبارت پڑھنے میں طالب علم کی کوئی مدد پہنچاتے تھے نہ ترجمہ کرنے میں اگر طالب علم نے عبارت غلط پڑھ دی یا ترجمہ غلط کیا تو اس عبارت کے غلط پڑھنے یا ترجمہ غلط کرنے کی وجہ دریافت کرتے کہ یہاں ایسا کیوں پڑھا؟ غرض یہ کہ طالب علم کو اپنی کوشش سے عبارت کو صحیح کرنا پڑتا تھا اور ترجمہ بھی عبارت کے مطابق کرنا پڑتا تھا- یہ تو معمولی باتیں ہیں جن کو بعض دیگر اساتذہ بھی برت لیا کرتے تھے- اگرچہ یہ اس زمانہ میں بھی نادر تھا، مگر مولانا کی یہ خصوصیت خاصہ تھی کہ کتاب فہمی کا پورا بار طالب علم کے سر پر رکھا کرتے تھے- جس طرح سے عموماً اساتذہ کا دستور ہے کہ تقریر کیا کرتے ہیں اور اپنی تقریر سے مضمون کو طلباء کے ذہن نشین کیا کرتے ہیں، ان کے یہاں ایسا نہ تھا بلکہ طالب علم کو مطالعہ ایسا کرنا پڑتا تھا کہ کتاب کا پورا مضمون مطالعہ ہی کے ذریعہ سے ذہن نشین ہوتا اور استاد کے پاس سبق میں مطالعہ میں سمجھا ہوا مضمون بیان کرنا پڑتا تھا، اگر صحیح سمجھا اور غلطی ہوتی اگر وہ ان کی استعداد سے زائد ہے تو مولانا اپنی تقریر سے طالب علم کی غلطی کا ازالہ فرماتے اور صحیح مطلب ذہن نشین کراتے اور ایسی غلطی ہوتی جو اس طالب علم کے لئے نہیں ہونی چاہیے تو حضرت مولانا اس کی تقریر پر اعتراض کر دیا کرتے اور یہ بتاتے کہ کتاب کے اس لفظ سے یہ مضمون کیسے حاصل ہو سکتا ہے؟ طالب علم کو اپنے سبق میں یہ بھی بتانا پڑتا تھا کہ مصنف نے یہ کہا تھا اس پر شارح نے یہ کہا اور محشی نے یہ، یعنی مضمون کا پورا سلسلہ اور مصنف، شارح اور محشین کے اقوال کا ماحصل بتانا اور ان میں فرق دکھانا اگر کچھ فرق ہو ضروری ہوا کرتا تھا۔

حضرت مولانا کا درس:-

شفاء، افق المبین اور تجرید مع حواشی قدیمہ و جدیدہ اور شرح اشارات مع محاکمات وغیرہ اس قسم کی کتابیں تقریباً ہمیشہ پڑھایا کرتے تھے۔ میر زاہد، ملا جلال، میر زاہد رسالہ قطبیہ، میر زاہد امور عامہ، ایسی ہندوستان میں یگانہ مانے جاتے تھے۔ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ حاشیہ غلام یحییٰ کی تعلیم بھی ضروری جانتے تھے۔

صدر الشریعہ پر آپ کا خاص کرم:-

مگر آپ پر حضرت استاذ الاساتذہ کا یہ خاص کرم تھا کہ ابتدائی تعلیم بھی اپنے ذمہ رکھی یعنی شرح تہذیب سے ہی خود پڑھانا شروع کیا اور معقولات کی آخری کتابوں تک تعلیم دی۔

مدرسہ کے طلباء کی نگرانی:-

حضرت مولانا عموماً جملہ طلباء کے ساتھ نہایت شفقت و مہربانی فرماتے اور خصوصیت کے ساتھ مولانا محمد صدیق صاحب اور مولانا سید سلیمان اشرف صاحب بہاری، ان صاحبوں پر ان کا خصوصی کرم تھا۔ کبھی کبھی شب میں بھی مدرسہ میں دورہ کیا کرتے تھے اور طلباء کو دیکھا کرتے تھے کہ وہ موجود ہیں یا غائب؟ کتابوں کا مطالعہ کر رہے ہیں یا لہو و لعب میں مشغول ہیں۔

عربی تعلیم کا ماضی و حال:-

آج سے چالیس پچاس سال پیشتر تعلیم کا یہی حال تھا، اسی وجہ سے اس زمانہ میں قابل علماء پیدا ہوتے تھے۔ اساتذہ کے ذمہ یہ پابندی ہوتی تھی کہ روزانہ پڑھائیں اور اتنے دنوں میں یہ کتاب ختم کروائیں، چاہے طالب اس کتاب کے پڑھنے کے لائق ہو یا نہ ہو مدرس کے ذمہ اس کو داخل درس کرنا ضروری ہے۔ یہی سب تعلیم کے خراب ہونے کے اسباب ہیں۔ جس کی طرف آج مدارس میں توجہ نہیں کی جاتی۔ اگر یہ کہا جا سکتا ہے کہ مدرسین کی رائے پر یہ کام چھوڑ دیا جائے تو اس زمانے کے اکثر مدرسین اپنے فرائض کو محسوس نہ کرتے ہوئے

ایک استاذ ایک طالب علم:-

چونکہ حضرت مولانا اس قدر کاوش کے ساتھ تعلیم دیا کرتے تھے اس وجہ سے ان کے پاس نہ بہت سے طلباء پڑھتے تھے اور نہ بہت زیادہ اسباق، عموماً یہی ہوتا کہ دو چار طالب علموں کو وہ پڑھاتے۔ باقی طلباء ان کے طالب علموں سے یا اگلے مدرسین سے پڑھا کرتے تھے اور عموماً یہ بھی ہوتا تھا کہ طلباء کے اسباق انفرادی طور پر ہوتے تھے بہت کم ہوتا تھا کہ کسی کتاب میں دو یا تین شخص شریک ہوں۔

قدیم طرز تعلیم کے اثرات:-

اس کا یہ لازمی نتیجہ ہے کہ طالب علم کو اپنی تعلیم کی پوری ذمہ داری محسوس کرنی پڑتی تھی اور سبق پڑھنے کیلئے پورے طور پر تیار ہونا پڑتا تھا، کیونکہ اگر تیاری نہ کرتے تو مولانا کے سامنے اس طرح سے کیونکر پڑھ سکتا تھا؟ جس کا ذکر اوپر ہوا۔

حضرت مولانا کا علمی منصب:-

حضرت مولانا ہدایت اللہ خان صاحب علیہ الرحمہ اپنے زمانہ میں گویا ایک منفرد شخصیت کے مالک تھے۔ منطق و فلسفہ اور اصول فقہ کی تعلیم ان کا مخصوص حصہ تھا۔ حضرت مولانا خاتم الحکماء، عمدۃ الحکماء و المتکلمین سیدنا مولانا فضل حق خیرآبادی علیہ الرحمہ کے رشید تلامذہ میں سے تھے۔ مدتوں انکی خدمت میں رہ کر علوم و فنون کی تکمیل فرمائی۔ زمانہ جنگ آزادی میں بھی مولانا خیرآبادی علیہ الرحمہ کے ساتھ ساتھ رہے۔ یہاں تک کہ جب وہ جزیرہ انڈمان بھیج دیے گئے، اس کے بعد استاذ سے جدائی ہوئی اور خود مستقل طور پر مسند درس پر متمکن ہوئے اور تشنگان علوم کو اپنے فیض سے سیراب کرتے رہے۔ اکثر و بیشتر ہندوستان کے منتخب اور چنے ہوئے طلباء خصوصی کتابوں کو پڑھنے کیلئے ان کے پاس حاضر ہوا کرتے تھے۔

مدارس کا ستیاناس کردیں گے، مگر آج کل کا زمانہ دیکھتے ہوئے کچھ ایسے انتظامات کئے جا سکتے ہیں کہ تعلیم اچھی ہو اور اس کا معیار بلند ہو۔ قابل اساتذہ کو توجہ دلائی جائے کہ وہ اپنی کوشش سے کم از کم چند ہی طلباء ایسے تیار کردیں جو ان کے مایۂ ناز ہوں۔ یہ زمانہ سابق کی تعلیم کا ایک مختصر خاکہ ضمنی طور پر ذکر کیا گیا۔ ایسی تعلیم کے ماتحت عموماً اچھے افراد پیدا ہوتے رہے اور جن کی طرف اساتذہ کی زیادہ توجہ رہی یا وہ اپنی محنت یا دماغ سوزی سے علمی ذوق کے مکمل طور پر مالک رہے ایسے لوگوں کو یقیناً آگے جگہ دی جائے گی۔

حضرت استاذ کی اس توجہ کے نتیجہ میں ظاہر ہے کہ مجھے مدرسہ حنفیہ کے جملہ طلباء میں ایک خصوصی امتیاز حاصل تھا۔

ذہن ثاقب اور قوت حافظہ:۔

حافظہ کی قوت اور ذہن کی سلاست روی اور شوق و محنت کی وجہ سے جملہ طلباء اپنے سے بہتر سمجھتے تھے۔ اس زمانہ میں حافظہ اتنا قوی تھا کہ ایک مرتبہ کتاب میں مضمون دیکھنے یا استاذ سے تقریر سننے کے بعد برسوں تک ایسا محفوظ رہتا تھا جیسے ابھی دیکھا یا سنا ہے۔ تین مرتبہ کسی عبارت کو پڑھ لیتے تو وہ یاد ہو جاتی۔

تمام کافیہ ایک دن میں حفظ:۔

چنانچہ ایک مرتبہ یہ خیال ہوا کہ کافیہ کی عبارت زبانی یاد کرلی جائے تو فائدہ مند ہوگا ایک ہی دن میں پوری کتاب یاد کرڈالی۔ سبق میں اساتذہ کتاب سے زائد جو کچھ بھی از قبیل اعتراض و جواب و تحقیق مضمون کتاب بیان کیا کرتے تھے وہ ایسا ذہن میں محفوظ رہتا کہ اگر چاہتے تو وہ کتاب کی ایک بہترین شرح لکھ سکتے تھے۔

محدث سورتی کے حضور:۔

علوم نقلیہ و عقلیہ سے فارغ ہونے کے بعد حسب الارشاد حضرت مولانا ہدایت اللہ خان صاحب علیہ الرحمہ پیلی بھیت حضرت مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی علیہ الرحمہ کی خدمت میں علم حدیث کو حاصل کرنے کیلئے حاضر ہوا۔ حضرت مولانا نے محدث

سورتی کی خدمت میں روانگی کے وقت یہ لکھ کر بھیجا تھا کہ میں اپنا ایک مخصوص و عزیز طالب علم آپ کے پاس بھیج رہا ہوں اس کی تعلیم و تربیت پر پوری توجہ فرمائیے۔ جب پیلی بھیت پہنچا اور اسباق میں شریک ہوئے تو محدث سورتی میرے ذوق و شوق کو دیکھتے ہوئے زیادہ توجہ فرمانے لگے۔

قیام پیلی بھیت اور مشغلہ درس و تدریس:۔

پیلی بھیت کے زمانہ قیام میں عموماً سارا دن پڑھنے پڑھانے میں اور رات کا [illegible] حصہ مطالعہ میں صرف ہوتا تھا۔ حمد اللہ، میر زاہد اور ملا حسن پڑھنے والے طلباء بھی تاکید سے پڑھتے، کیونکہ اب تک جو دور گزرا تھا وہ زیادہ تر علوم عقلیہ ہی کی تحصیل میں گزرا۔ اب جو علم شروع کیا تھا وہ بالکل نیا تھا اور اس علم کی بناء حقانیت اور حقیقت پر ہے۔ اس تعلیم میں زیادہ محنت کرنی پڑی۔ صحاح ستہ، موطا امام محمد علیہ الرحمہ اور کتاب الآثار و کتاب الحج، شرح معانی الآثار اور مسند امام اعظم اور ان کے علاوہ بعض کتابیں [illegible] مہینہ پیلی بھیت میں اقامت کی مگر شاید ہی کسی روز چھٹی ملی ہو، جمعہ کو بھی اسباق ہوتے تھے۔

استاذ کی ستائش:۔

حضرت مولانا محدث صاحب علیہ الرحمہ بہت زیادہ محبت فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ بعض مرتبہ یہ بھی فرمایا کہ مجھ کو ساری عمر میں یہ ایک طالب علم ملا ہے جو محنتی بھی ہے اور سمجھدار بھی اور علم سے شوق و دلچسپی رکھتا ہے۔ اسی لئے اوقات میں اگر کہیں باہر تشریف لے جاتے تو اپنے ساتھ مجھے بھی لے جاتے اور سفر میں بھی تعلیم کا سلسلہ جاری رہتا۔

والد کی خدمت میں اور انکی خواہش:۔

اس علم شریف سے فراغت کے بعد وطن مراجعت کی، والد ماجد قبلہ نے علم طب کی طرف توجہ دلائی اور یہ فرمایا کہ "میراث پدر خواہی علم پدر آموز" چونکہ یہ فن ہمارے خاندان میں کئی پشت سے چلا آرہا تھا اور خصوصاً والد ماجد کو اس میں زبردست یدطولیٰ حاصل تھا۔

لکھنؤ میں مولوی عبدالحی صاحب فرنگی محلی سے علوم وفنون کی تکمیل کے بعد حکیم عبدالعلی جھوائی ٹولہ لکھنؤ سے مکمل طور پر اس علم کو حاصل کیا اور مطب کو اپنا پیشہ اور طریقہ کار بنایا جبکہ ان کی خواہش ہوئی۔

آداب فرزندی:۔

آپ نے والد صاحب کی کسی بات کا جواب عمر بھر کبھی نہیں دیا تھا، مگر اس بات کے متعلق یہ کہا کہ اگر مجھ سے علم طب ہی پڑھوانا تھا تو اتنے دنوں تک علوم عقلیہ ونقلیہ میں مشغول رہنے کی کیا ضرورت تھی؟ چند فلسفہ کی کتابیں بطور مقدمہ علم طب کیلئے کافی تھیں اور طب میں مشغول ہونے کے بعد یہ امید نہیں کہ اپنے مقاصد میں یعنی علوم نقلیہ وعقلیہ میں کامیابی حاصل کر سکوں لہٰذا میں اجازت چاہتا ہوں کہ انہیں علوم میں مجھے مشغول رہنے دیا جائے۔ والد صاحب نے فرمایا میں نے تمہارے لئے ہی کہا تھا اگر تم نہیں چاہتے ہو تو میری طرف سے اجازت ہے، میں تم کو مجبور نہیں کرتا۔

پٹنہ میں ورود اور منصب تدریس:۔

یہیں تک طالب علمی کا دور تھا جو اب ختم ہوا۔ اس کے بعد دو تین ماہ مکان پر قیام ہوا۔ اسی درمیان میں جناب قاضی عبدالوحید صاحب رئیس پٹنہ نے حضرت مولانا محدث سورتی کی خدمت میں یہ لکھا بھیجا کہ مدرسہ اہل سنت کیلئے مدرس اول کی ضرورت ہے اگر کوئی شخص آپ کے علم میں ہو تو ان کو مقرر فرما دیجئے۔ واضح ہو کہ یہ وہی جگہ تھی کہ پہلے جناب مولانا عبدالعزیز صاحب انبیٹھوی جو حضرت مولانا [illegible] علیہ الرحمہ کے شاگرد رشید تھے اور حنفی مشہور تھے اس جگہ پر فائز تھے اور مدرس اول کا کام انجام دیتے رہے تھے۔ اس کے بعد حضرت مولانا وصی احمد صاحب سورتی مدرس اول رہے اور کار تدریس انجام دیتے رہے جس جگہ ایسی مقتدر ہستیاں جو اپنے علم وفضل کے اعتبار سے بڑی شہرت کی مالک اور اپنی عمر کے لحاظ سے تجربہ کار تھیں ان کی جگہ پر ایک نئے شخص کا تقرر کتنا اہم کام ہے مگر حضرت محدث صاحب سورتی کا حکم تھا جس کی تعمیل لازمی تھی ناچار اس عہدہ کو قبول کر لیا اور مکان سے

جونپور بغرض تحصیل اجازت حضرت مولانا ہدایت اللہ خان صاحب علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے اجازت عطا فرمائی اور اپنی دعائیں شامل حال کیں پٹنہ پہنچا دو روز تک جناب قاضی صاحب رئیس پٹنہ کے مہمان رہا پھر مدرسہ کا کام سپرد کیا گیا۔ پہلے دن جب مدرسہ میں جانا ہوا تو یہ بھی نہ معلوم تھا کہ کون سی کتابیں پڑھانی ہیں اور کس جگہ سے پڑھانا ہے؟۔

امتحان گاہ:۔

دفعۃً سامنے ہدایہ جلد ثالث پڑھانے کیلئے پیش کی گئی، یہ نہیں کہ صرف پڑھنے والے طلباء کے سامنے پڑھانا تھا، بلکہ خود قاضی عبدالوحید صاحب جو ایک اچھے عالم تھے اور بعض دیگر علماء تعلیم دیکھنے کی خاطر بیٹھے تھے۔ نئی جگہ نئی کتاب جس کی پیشتر سے خبر نہیں اور علماء کا بقصد امتحان وہاں موجود ہونا اس قدر پریشان کن اور دہشتناک منظر اس شخص کیلئے ہوگا جو پہلے دن ذمہ دارانہ حیثیت سے مسند تدریس پر بیٹھا ہوگا۔ لیکن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا فضل وکرم اور اساتذہ کی دعاؤں کی برکت کہ سبق پڑھایا اور ایسا پڑھایا کہ سامعین دنگ رہ گئے۔ بہر حال وہاں کے تمام لوگوں کو تعلیم کافی پسند آئی اور مدرسہ کے فرائض انجام دیتے رہے۔

قاضی عبدالوحید صاحب:۔

کچھ زمانہ کے بعد قاضی عبدالوحید صاحب علیل ہوئے اور انتقال کر گئے۔ قاضی عبدالوحید صاحب ایک دیندار رئیس تھے، بڑی خوبیوں کے جامع تھے حافظ قرآن اور نہایت زود خوان اور درسی کتابوں کے عالم مولانا عبدالعزیز صاحب کے شاگرد رشید، انگریزی بھی اچھی جانتے تھے اور اس کی بھی ڈگری حاصل کی تھی۔ ان کے والد نے چاہا تھا کہ بیرسٹری وغیرہ کے امتحانات کیلئے لندن جائیں۔ جس کا انہوں نے سب کچھ سامان بھی کر دیا تھا مگر قاضی صاحب نے اس بات کو پسند نہ کیا کہ یورپ جائیں اس لئے انکار کر دیا۔

[illegible]

[illegible]

پٹنہ میں [illegible] بادیں -

[illegible] پٹنہ میں قاضی [illegible]

[illegible] حضرت محدث [illegible]

[illegible] حضرت مولانا عبدالقادر صاحب بدیونی، حضرت محدث سورتی، حضرت [illegible]

[illegible] اور حضرت مولانا ہدایت اللہ خاں صاحب رام پوری ثم جونپوری [illegible]

[illegible] ان [illegible]

[illegible] گیا، اسی وقت سے جناب قاضی عبدالوحید صاحب نے [illegible]

[illegible] وقف [illegible]

[illegible] (جو [illegible]) [illegible] قاضی صاحب [illegible]

[illegible] حضرت محدث [illegible]

[illegible] قاضی صاحب [illegible]

[illegible] -

فاضل بریلوی سے شرف نیاز:-

[illegible]

[illegible] کے انتقال کے بعد مدرسہ [illegible] میں [illegible]

[illegible] معلوم ہوتا تھا کہ یہ مدرسہ اب [illegible]

[illegible] تک کا وقت گزارا۔ اس کے بعد مکان پر واپس آ کر استعفیٰ [illegible]

[illegible]

[illegible] کی [illegible] اہل علم اور اچھے لوگوں کی صحبت رہی تھی مکان پر [illegible]

منزل نے پھر آواز دی:-

[illegible]

[illegible] وقت حضرت محدث صاحب [illegible] حضرت کی خدمت میں
[illegible] میں محدث صاحب سے چند ایسی باتیں کہی تھیں جن کا مقصد یہ
تھا کہ مجھے خدمت [illegible] کی طرف متوجہ ہو جائے۔ جب [illegible] پہنچے اور
[illegible] دریافت [illegible]
[illegible] مختصر لفظوں میں آپ سے [illegible] فرمایا
[illegible]
[illegible] مشغول ہوتا رہا۔ علمی و
[illegible]
[illegible]
[illegible] مریضوں کی کثرت [illegible] کا
فائدہ بھی ہوتا تھا مگر اس میں جی نہ لگا۔

تبدیل آب وہوا یا تبدیل مشغلہ:-

[illegible] بریلی [illegible]
[illegible] کا کچھ کام [illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]

چندہ [illegible]
[illegible]
تصنیف وقتی اشتہارات وغیرہ اس پریس سے برابر شائع ہوتے رہے
تنخواہ بھی پریس پر صرف کر دی۔

بہت زمانہ سے مطبع کی آمدنی بہت قلیل تھی اور اخراجات آمدنی کے لحاظ سے بہت
[illegible] لے چکا تھا کہ جس طرح سے ہو سکے گا کام جاری رکھوں
[illegible]
[illegible] اس کا جیسا حصہ بھی ہوتا [illegible]

قیام بریلی کی ذمہ داریاں:-

[illegible] بریلی میں یہ دو مستقل کام مجھ سے متعلق تھے۔
[illegible] کی جملہ کاپیوں اور پروفوں کی تصحیح کتابوں کی
[illegible] سارے کام تنہا انجام دیا کرتا۔ ان کاموں کے
[illegible]

[illegible]

[illegible] یا کچھ کم و بیش پریس کا کام انجام دیتا، پھر فوراً مدرسہ جا کر اخیر وقت [illegible] واپس ہو کر کھانا کھاتا - کھانے کے بعد مستقل دو یا تین [illegible] خدمت میں [illegible] بجے شب تک [illegible] حضرت کی خدمت [illegible] واپس آتا کھانا کھانے کے بعد [illegible] یا دو بجے شب میں سوتا، اعلیٰ حضرت کے اخیر زمانہ حیات [illegible]

[illegible]

[illegible] خام تھی اور بکی کتنی کا جو بڑا دشوار کام تھا -

[illegible]

[illegible] میں بھی مولانا کی حالت اچھی نہ رہی [illegible] بالکل درست ہو گئے - تمام صاحبزادوں کو بلا [illegible]

دنیاداری کا بار گراں :-

[illegible]

[illegible] وفات ۱۰ ربیع الاول/صفر المظفر ۱۳۴۰ھ ہے۔

[illegible] الدولۃ المکیۃ کے تراجم:-

[illegible] جو اعلیٰ حضرت (امام احمد رضا بریلوی) کی تصنیف ہے [illegible]
[illegible] مکہ معظمہ کے اکابر علماء کے سوال کے جواب میں زمانہ قیام [illegible]
[illegible] ترجمہ اعلیٰ حضرت کے اشارہ پر لکھا گیا اور [illegible]
[illegible] تصنیف فرمائی تھی جس کا نام الدولۃ المکیۃ جو مسئلہ علم غیب سے متعلق [illegible]
[illegible] ترجمہ بھی اعلیٰ حضرت کے ایما پر لکھا گیا۔ مکمل [illegible]

[illegible] صاحب لکھنوی کے شبہات کا جواب اور ان کی [illegible]
[illegible] مکیہ کا ترجمہ چھپنے [illegible] اعلیٰ حضرت [illegible]

الدولۃ المکیۃ کے متعلق:-

الدولۃ المکیۃ بڑی ضخیم کتاب ہے اور اس پر اعلیٰ حضرت کے حواشی قدیمہ و جدیدہ [illegible]
[illegible] ضخامت بہت زیادہ ہوگئی تھی اس کو چھپوانا شروع کیا تو [illegible]
[illegible] کتاب کے چھپنے کے بعد جو حواشی کا سلسلہ شروع ہوا تو [illegible]
[illegible] جو اعلیٰ حضرت کے زمانہ میں ہی اس کی طبع کا [illegible]
[illegible] نے جاری کیا تھا اس کی تکمیل فرمائی۔ اس کتاب [illegible]
[illegible] ہوئی، جب مکہ معظمہ حاضر ہوئے اس سال مولوی خلیل احمد صاحب [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] لہٰذا مولوی خلیل احمد صاحب نے علم غیب کے متعلق چند سوالات مرتب [illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible] شریف مکہ کے پاس سوالات پیش کیے گئے اور یہ ظاہر کیا کہ جن لوگوں کا یہ مذہب [illegible]
[illegible]
[illegible] تاہم شریف صاحب نے وہ سوالات مولانا شیخ صالح کمال صاحب [illegible]
[illegible] لیا اور اس کے قول کے متعلق شریعت [illegible]
[illegible] نے ضروری طور پر کی تھیں جس کی [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] مولانا شیخ صالح کمال صاحب حرم شریف میں آپ سے ملے [illegible]
[illegible] اعلیٰ حضرت بھی اسی مقصد سے جاتے تھے دونوں [illegible]
[illegible]

اعلیٰ حضرت کے تبحر علمی کا کچھ اندازہ کیا۔

[illegible]

...ئی ہے کم از کم چوگن یا پانچ گنا وقت اس کی نقل میں صرف...

...نے اس کتاب کی تبییض فرمائی جب مبیضہ ہو چکا تو مولانا صالح کمال

[illegible]

...و حیران ہوئے۔ پھر اس کتاب کو شریف مکہ کی خدمت میں لے گئے

...ہے صندوقچہ میں بند کیا اور عمائد علماء کو بلا کر کئی روز تک شب

...رسب لوگ بغور سنتے۔

[illegible]

کرتے ما اکابر علماء نے اس پر تقریظیں اور تصدیقیں فرمائیں۔ اس کتاب کو...

کے تبحر علمی کا اعتراف کیا۔

[illegible]

...کے مرید ہوئے اور سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کی۔ ان...

...وہ بھی ایک کتاب کی شکل میں شائع ہوئی تھیں۔

[illegible]

...الاجازات المتینۃ لعلماء مکۃ والمدینۃ" ہے۔ اس کے دیکھنے سے

...اس قدر وسعت علم اور کس پر قدرت عطا فرمائی

...سے یہ پتہ چلتا ہے کہ بلا تکلف آپ نثر فصیح و بلیغ

[illegible]

اس میں خود وہ الفاظ ملتے ہیں۔

عربی زبان پر اعلیٰ حضرت کی قدرت:۔

[illegible]

[illegible]

[illegible] زبان پر عبور [illegible]

[illegible] حضرت قبلہ فارسی کی مختلف زبانوں پر قدرت رکھتے تھے [illegible] بھیجے جاتے تھے اسی زبان میں جواب تحریر فرماتے مگر [illegible]

[illegible] بہت سے وہ قصائد جو اپنے احباب و اصحاب کے نام سے بھی تحریر [illegible] برادر صمصام حسن وغیرہ ان کے دیکھنے سے اعلیٰ حضرت کی ادبیت اور [illegible] قدر علم ہو سکتا ہے۔

[illegible] کے سفر حج کے واقعات اور اس سلسلہ میں آپ کے خوارق و عادات [illegible] کا اچھی طرح انکشاف ہوتا ہے۔

[illegible]

[illegible] بریلی آئے ہوئے کچھ ہی زمانہ ہوا تھا کہ مراد آباد سے ایک [illegible] الدین صاحب بلائے گئے اور اہل باہم بیٹھے چپ کر [illegible] اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب قبلہ جو [illegible]

[illegible]

خدمت میں روانہ کر دیں۔

[illegible]

ضرورت ہے اور پولیس کو فساد روکنے کی حاجت ہے۔

[illegible]

حضرت نے فرمایا اگر وہ نہیں آتے ہیں تو یہ ان کا فرار ہے

تھانوی صاحب مناظرہ کیلئے نہ آسکے۔

شاہ عبدالقادر کا ترجمہ تقریبا صحیح ہے:-

وہ ترجمہ عوام کے واسطے کارآمد نہ ہو اور پسندیدہ نظر سے نہیں دیکھا جاتا۔

[illegible] دوسرا اس اس کے تصحیح کرانے [illegible]

[illegible] کرے، اگر اس وقت یہ کام نہ ہو سکا تو [illegible]

[illegible] وقت کا افسوس کرنا بیکار ہوگا۔ مگر کچھ ایسے ضرور [illegible]

[illegible] پاک کا اہتمام:۔

[illegible] کے بھی تراجم حاصل کر لئے جائیں تاکہ اس ضمن میں [illegible] پر تنبیہات بھی کرا دی جائیں، یہ بھی ایک ضروری کام ہے اور ([illegible]) قرآن پاک ڈاک وغیرہ سے نہ منگایا جائے کہ اس میں بے ادبی ہوتی [illegible] سے دستیاب ہوتے ہوں جا کر ایسے طریقے پر لایا جائے کہ بے ادبی [illegible]

[illegible]

[illegible]

ترجمہ کلام پاک کا طریقہ:۔

[illegible]

[illegible]

[illegible] مرت کی خدمت میں انجام دیا کرتا تھا وہ اکثر اور عموماً علماء کی [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] و قضا کی تفویض:-

اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے بعض علماء اعلام کی موجودگی میں [illegible]

[illegible] جل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اختیار مجھے عطا فرمایا ہے [illegible]

[illegible] مامور کرتا ہوں نہ صرف مفتی بلکہ شرع کی جانب سے [illegible]

فیصلے کی وہی حیثیت ہوگی جو ایک قاضی [illegible] کی ہوتی ہے

[illegible]

اعلیٰ حضرت قبلہ کے زمانہ حیات میں حسب ضرورت افتاء کا کام بھی [illegible]

[illegible] اری پیش تھی اس میں بھی حضرت سے مدد لیتے تھے۔ اس سلسلے میں [illegible]

[illegible] سوگا زنانے مکان سے کوئی کاغذ ہاتھ میں لئے ہوئے [illegible]

[illegible] فرمایا کرتے تھے۔ اس کے قریب حسب دستور کرسیاں پڑی ہوتی [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] اور وہی وقت روزانہ حضور سے ملاقات کا تھا [illegible]

[illegible]

[illegible] بعض مرتبہ روحانی استفادہ بھی جو آتے ہوئے ہوتے ان
[illegible] ہر ہفتہ میں جمعہ کے دن نماز جمعہ سے عصر تک اور عصر سے [illegible]

[illegible]

[illegible]

وصال سے ایک روز قبل استغنا کی مثال:-

[illegible] حضور کی خدمت میں [illegible]

[illegible] مقام پر ہے [illegible]
[illegible] بہت دیر تک [illegible]
[illegible]
[illegible] میں نے سمجھ لیا کہ [illegible] جو خدمت آپ [illegible]
[illegible] آپ آخر وقت تک برابر انجام دیتے رہیں گے۔

[illegible]

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضرت نے امامت کی خدمت بھی [illegible]

[illegible]

حضرت نے منظر اسلام کے جملہ مدرسین و طلباء کے متعلق حکم

کی اور اپنی تمام تصنیف کی بلا استثناء اجازت تامہ و عامہ دیتا ہوں۔"

میں داخل

[illegible] میں کچھ مزاج ناساز ہوگیا۔ درد سر کی [illegible]

[illegible] قریب ہو گئے کے بعد تخت پر مجھے بلایا اور ارشاد [illegible]

[illegible] عرض کیا کہ کیا چیز بیان کروں ارشاد فرمایا [illegible]

[illegible]

[illegible]

قسم کی خلاف شرع بات ہو۔

اذانِ جمعہ بیرونِ مسجد کا قصہ:۔

[illegible]

عبارتیں ترجمہ میں اور صلوٰۃ مسعودی کی طرف نسبت کی، مگر صلوٰۃ مسعودی دیکھنے سے یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ بالکل افترا اور من گھڑت ہے۔ جملہ مخالفین نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا مگر اس موجودہ اذان کو جو عموماً ہندوستان میں اندرون مسجد ہوتی ہے نہ حدیث سے ثابت کر سکے نہ فقہ کی کسی کتاب سے، حدیث میں نظر کی جاتی ہے تو اس اذان کا بیرون مسجد ہونا ہی نبی کریم ﷺ کے زمانہ و ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں ثابت ہے۔

سنن ابی داؤد میں حضرت ثابت بن یزید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان زمانوں میں اذان خطبہ دروازۂ مسجد پر ہوا کرتی تھی اور فقہ کی طرف نظر کی جاتی ہے تو "لا یؤذن فی المسجد" و "یکرہ الاذان فی المسجد" وغیرہ۔ ایسی عبارتیں ملتی ہیں جن سے اندرون مسجد مطلقاً اذان کی ممانعت و کراہت ثابت ہے۔ کسی کتاب میں بھی اذان خطبہ کو اس سے مستثنیٰ نہیں کیا گیا۔ لے دے کر مخالفین کے پاس یہی ہے اور اسے دلیل کے نام سے پیش کرتے ہیں وہ لفظ "عند المنبر و بین یدیہ" ہے مگر یہ دونوں لفظ اپنے اطلاق شرعی و لغوی میں ایسے نہیں جس کا مدلول اندرون مسجد ہی میں منحصر ہو سکے۔ قرآن و احادیث وغیرہ سے ان کے اطلاقات کی وسعت پر رسائل میں روشنی ڈالی گئی ہے۔

اگر اس مسئلہ پر لوگوں نے مخالفت نہ کی ہوتی تو خیال ہو سکتا تھا کہ شاید جو یہ [illegible] سے کیا جا رہا ہے اس کا کوئی ثبوت ہو مگر مخالفین کی پوری جد و جہد نے ثابت کر دیا کہ ان کے پاس دلیل کا نام بھی نہیں۔ اسی سلسلہ میں مخالفین کا عجز اس سے بھی ثابت ہوتا ہے [illegible] کے رسائل [illegible] تعبیر خواب وغیرہ کے بعد کتاب "[illegible]" تحریر کی [illegible] میں [illegible] یہاں [illegible] کیا تو ان سے کچھ جواب نہ [illegible] کچہری کا دروازہ [illegible] حیثیت عرفی کا دعویٰ کیا۔ اس دعویٰ میں پانچ مدعا علیہ تھے۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ مولانا محمد رضا خان صاحب [illegible] اور خود مولانا حامد رضا خان صاحب خلف اکبر [illegible] صاحب [illegible] جس [illegible] کے خاندانی تعلقات تھے اور اس نے وعدہ کیا تھا کہ میں پوری کوشش ان لوگوں [illegible] ایک ایسے مجسٹریٹ کے یہاں ان لوگوں نے کیا

[illegible] اور ضرور یقینی طور پر اعلیٰ حضرت کو کچہری میں [illegible]

کی ذلیل میں صرف کروں گا اور [illegible] کھڑا کیا جائے گا۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود:۔

جب یہ خبر اعلیٰ حضرت کے پاس پہنچی ارشاد فرمایا کہ ان شاء اللہ وہ کچھ نہ کر سکیں گے اور مجھے کچہری میں جانا نہ پڑے گا۔ مقدمہ کے واقعات بہت تفصیل طلب ہیں۔ [illegible] نے ایذا رسانی میں کوئی کمی نہ کی، یہاں تک کہ انھوں نے پانی بھی بند کر دیا [illegible] لوگوں کا پانی نہ بھر سکے [illegible] شہر میں کہیں کوئی شخص ان کو رہنے کیلئے کوئی مکان نہ دے [illegible] ہی زیادہ یہ لوگ کر سکے [illegible] مگر الحمد للہ ان کی ساری کوششیں ناکام رہیں [illegible] کیلئے تاریخوں پر [illegible] جایا کرتے تھے اور جس زمانے میں کہ مقدمہ کی [illegible] تھیں اور وہاں مکان کی ضرورت پڑی تو مکانات بھی مل گئے [illegible] ایک سال زائد پر اس کا فیصلہ ہوا۔ جس میں یہی ہوا جو اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا۔

مقدمہ کے واقعات کو اعلیٰ حضرت کی کرامت سے تعبیر کیا جائے تو بجا ہے۔ اس مقدمہ کی پیروی کرنا اور کوشش کرنے کا کام صرف دو ہی شخصوں نے کیا ایک مولانا حامد رضا خاں صاحب کہ اس سلسلہ میں انہیں بہت جگہ آنا جانا پڑا اور دوسرے یہ فقیر کہ مقدمہ کی معلومات بہم پہنچانا اور گواہوں کو مضامین بتانا۔ جرح وغیرہ کے مضامین سکھانا اس کا بڑا حصہ میں نے ہی انجام دیا۔

واقعہ مناظرہ رنگون:۔

جنوری ۱۹۱۷ء مطابق ۱۳۳۵ھ رنگون سے ایک تار آیا جو چودھری عبد الباری کا بھیجا ہوا تھا۔ مضمون یہ تھا کہ مولوی اشرف علی تھانوی یہاں آئے ہوئے ہیں۔ کیا آپ ان سے مناظرہ کرنے کیلئے یہاں آ سکتے ہیں؟ چودھری عبد الباری کو یہاں کے لوگوں میں سے کوئی نہیں جانتا تھا کہ یہ کون شخص ہیں اور کس خیال کے ہیں؟ رنگون میں بہت لوگ اپنے جان پہچان کے تھے ان میں سے کسی کا تار نہ آیا [illegible] ایک غیر معروف شخص کا اس قسم کی اطلاع [illegible]

باعث تعجب تھا اور یہ بھی خیال ہوتا تھا کہ ممکن ہے پریشان کرنے کیلئے کسی نے اس قسم کا [illegible] اور [illegible] میں پھر یہ خیال ہوتا تھا کہ واقعی مولوی اشرف علی صاحب جو ہمیشہ مناظرہ سے فرار کرتے [illegible] ہیں ممکن ہے رنگون میں لوگوں کو عقیدت مند بنانے کیلئے مناظرہ کی تیاری ظاہر کی ہو اور یہ خیال کیا ہو کہ یہاں کون آئے گا؟ اور اگر آئیگا بھی تو کسی نہ کسی ترکیب سے مناظرہ [illegible] ہو جائے گا۔ [illegible] لوگوں کی عقیدت باقی رہے اور جو لوگ ان کے دامن تزویر میں پھنس چکے ہیں وہ نکلنے نہ پائیں۔ اس معاملہ کو باہم مشوروں سے یہ طے کیا گیا کہ چوہدری عبدالباری صاحب سے مصارف [illegible] جائیں۔ اگر انہوں نے بھیج دیئے تو [illegible] ہو جائے گا ورنہ یہ تار کسی فریب پر مبنی نہیں ہے۔ چنانچہ ان کو تار سے اطلاع دی گئی کہ تین شخصوں کیلئے سفر خرچ روانہ کریں کہ ان کو ہم یہاں سے روانہ کریں گے اس وقت مولوی [illegible] صاحب [illegible] بھی بریلی تھے، انہوں نے بھی جانے کیلئے آمادگی ظاہر کی، میں مولانا [illegible] اور مولانا عبدالکریم چتوڑی (یہ اس وقت میرے پاس پڑھنے کیلئے اپنے وطن سے آئے [illegible] تھے) یہ تینوں صاحبان دہلی سے کلکتہ ہوتے ہوئے رنگون جانے کیلئے روانہ ہوئے۔ [illegible] حضرت نے چوہدری عبدالباری کے نام ایک تار روانہ کیا کہ فلاں فلاں [illegible] روانہ کئے جاتے ہیں۔ اگر میرے آنے کی ضرورت ہو تو وقت پر میں بھی پہنچوں گا۔ [illegible] ایک [illegible] کلکتہ [illegible] محمد [illegible] خان صاحب روانہ کیا کہ یہ لوگ فلاں [illegible] سے جا رہے ہیں۔ [illegible] کلکتہ سے [illegible] کے بعد استقبال والی جماعت میں سے بعض نے یہ کہا کہ آپ لوگ [illegible] کے مناظرہ کیلئے رنگون جانا چاہتے ہیں سنا ہے کہ وہ [illegible] کلکتہ آنے والے ہیں (یعنی تھانوی صاحب) اور [illegible] نے یہ بھی بتایا کہ ان کے متعلق ایک اشتہار شائع ہوا ہے کہ وہ [illegible] آئیں گے اور [illegible] ان کا فلاں جگہ وعظ ہے۔ [illegible] کرنے پر [illegible] اشتہار ملا اور [illegible] تھانوی صاحب [illegible] کی تحقیق [illegible] ہو گئی۔

جس شام کو کلکتہ [illegible] اس کی صبح کو رنگون جہاز جانے والا تھا اور اس سے جاتے [illegible] تھانوی صاحب کلکتہ آ جاتے ہیں تو جا [illegible] اور اگر نہیں جاتے ہیں [illegible] کہ

تھانوی صاحب بھی نہیں آئے تو ہمارے اس تین چار روز کی تاخیر سے اہل رنگون کو پریشانی اور [illegible] ہونے کا موقع ملتا۔ لہذا یہ طے پایا کہ مولوی عبدالکریم صاحب چتوڑی کو تو [illegible] کے جہاز سے رنگون روانہ کر دیا جائے اور ہم یہیں کلکتہ رکر تھانوی صاحب کا انتظار کریں۔

مولوی عبدالکریم صاحب سے یہ کہہ دیا کہ اہل رنگون کو [illegible] صاحب وہاں موجود ہوں یہ سمجھا دیں کہ وہ گھبرائیں نہیں دوسرے جہاز سے فلاں اور فلاں آ رہے ہیں اور اسی مضمون سے کلکتہ سے ایک تار بھی دیا۔ [illegible] مولوی تھانوی صاحب کے یہاں آنے کی وجہ سے اس لئے ہم [illegible] کرتے ہیں اور مولوی عبدالکریم صاحب کو روانہ کرتے ہیں۔ رنگون کا جہاز [illegible] اس سے معلوم ہوا کہ تھانوی صاحب [illegible] ہوئے ہیں فلاں جگہ ان کا قیام ہوگا اور فلاں جگہ ان کی تقریر۔ یہ اطلاع پا کر میں نے تھانوی صاحب کے پاس ایک تحریر لکھی کہ رنگون سے یہ تار دیا گیا ہے کہ آپ مناظرہ کیلئے تیار ہیں اور علماء اہل سنت کو مناظرہ کی دعوت ہے کلکتہ آنے کے بعد ہم کو یہ معلوم ہوا کہ آپ [illegible] یہاں وارد ہو چکے ہیں ان دونوں باتوں کو دیکھ کر سخت تعجب ہوا کہ آپ مناظرہ کیلئے تیار تھے تو رنگون سے واپس کیوں آئے؟ اور نہیں تو [illegible] مناظرہ کے اعلان کی کیا ضرورت تھی، بہرحال آپ کی آمد کی اطلاع پا کر میں یہاں رک گیا ہوں، اگر آپ واقعی مناظرہ کرنا چاہتے ہیں تو ہم حاضر ہیں اگر آپ ہمارے یہاں آنا چاہتے ہیں تو شوق سے آیئے آپ کی حفاظت اور [illegible] کے ہم ذمہ دار ہیں یہ مختصر تحریر لکھ کر مولوی محمد [illegible] صاحب [illegible] محمد یعقوب صاحب [illegible] کے حوالے کی گئی کہ آپ دونوں صاحبان [illegible] لے کر مولوی اشرف علی صاحب کے پاس جائیں اور جواب لائیں۔ ان جانے والے صاحبان کا بیان ہے کہ مولوی اشرف علی صاحب تک پہنچے [illegible] مگر کسی نہ کسی طرح ہم ان تک پہنچ گئے اور تحریر ان تک پہنچا دی انہوں نے پڑھنے کے بعد مناظرہ سے انکار کر دیا اور حسب عادت تحریری جواب نہ دیا۔ یہ صاحبان وہاں سے تھانوی صاحب کا جو جواب لائے وہ اور تمام واقعات مفصل طور پر لکھ کر ایک اشتہار کی صورت میں

اس روز شائع کیا گیا-

علی رؤس الاشہاد اعلانِ حق:-

اور اسی سلسلہ میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کیا گیا- مقصد یہ تھا کہ ایک بڑے جلسہ میں تھانوی صاحب کا مناظرے کا اقرار پھر مقابلے کا نام سنتے ہی فرار، عام مسلمانوں کے سامنے بیان کر دیا جائے اور علی الاعلان ان کو دعوت مناظرہ بھرے جلسے میں دی جاوے کہ ان میں کچھ بھی دم ہو تو علماء حق کے سامنے منہ کھولیں اور علی رؤس الاشہاد ان کی گمراہی ظاہر ہو اور حق کا آفتاب نصف النہار پر چمکے گا اور ان کی ضلالت و بطالت خود ان کی زبان سے عالم آشکارا ہو جائے گی- سننے میں آیا تھا کہ رنگون سے واپسی کے بعد تھانوی صاحب تقریباً ایک ہفتہ تک کلکتہ میں قیام کریں گے مگر جس ڈر سے رنگون سے وہ بھاگے اسی کا کلکتہ میں پھر سامنا کرنا پڑا- اگر قیام کرتے ہیں تو اپنے مریدین و معتقدین میں رسوائی ہوتی ہے، لہذا فرار کی ٹھہرائی اور اس کا بھی انتظار نہ کیا کہ میل ٹرین یا ایکسپریس سے روانہ ہوں مارے ڈر کے اور گھبراہٹ کے پسنجر ٹرین سے روانہ ہوئے- جو کتنی دیر کے بعد مغل سرائے پہنچی اور تھانوی صاحب کو اپنے وطن تک پہنچانے میں بنسبت ایکسپریس وغیرہ کے کتنا زائد وقت لے گئی؟ جلسے کا چونکہ اعلان ہو چکا تھا اس لئے بڑی دھوم دھام سے اور شان و شوکت کے ساتھ جلسے کا انعقاد ہوا- تقریباً آٹھ نو ہزار کا مجمع ہوگا جس میں حضور اکرم ﷺ کے فضائل پر تقریر کی گئی اور اسی سلسلہ میں وہابیہ نے جو کچھ شانِ اقدس میں توہین کی ان کا اور خود تھانوی صاحب کی کتاب حفظ الایمان وغیرہ کا مکمل رد کیا گیا اور رنگون کے اس مناظرے کا واقعہ بھی عوام کو بتایا گیا کہ تھانوی صاحب وہاں سے بھاگ کر کلکتہ آئے اور جب یہاں بھی بچنے کی کوئی صورت نہ ہوئی تو راہِ فرار اختیار کی- سامعین ان بیانات سے نہایت محظوظ ہوئے اور ان کو وہابیوں کی مکاریاں اور شانِ رسالت میں ان کی بدگوئیاں معلوم ہوئیں اس جماعت سے نفرت ہوئی اور جلسے نے علی الاعلان حق سے نفرت کی- جلسے کے بعد مولانا تھانوی صاحب کے مناظرے اور فرار کی مختصر کیفیت بریلی وغیرہ بھیجی گئی- رنگون چودھری

عبدالباری وغیرہ کو بذریعہ تار اطلاع دی گئی اور یہ بھی ان کو تار دیا گیا کہ تھانوی صاحب نہ صرف رنگون بلکہ کلکتہ سے بھی بھاگ چکے ہیں۔ اب رنگون آنے کی کوئی ضرورت معلوم نہیں ہوتی اور ایک روز کلکتہ قیام کر کے بریلی واپس جائیں گے-

ورود در رنگون:-

وہاں سے تار آیا کہ آپ کا رنگون پہنچنا نہایت ضروری ہے، فوراً یہاں تشریف لائیے اس تار کے آنے سے کلکتہ سے رنگون روانہ ہوئے اور اپنی روانگی سے اہل رنگون کو اطلاع دی- رنگون روانہ ہونے کے وقت پہنچانے والوں کا ایک کافی مجمع تھا جو صرف الوداع کرنے کیلئے آئے تھے- ہمارا جہاز جب رنگون کی گودی کے قریب پہنچا تو استقبال کرنے والوں کا ہجوم اور جہاز سے اترنے کا نظارہ ایک قابل دید منظر تھا- ہزاروں کی تعداد میں اس وقت مسلمانوں کا مجمع گودی میں حاضر تھا- جو اپنے ان مہمانوں کیلئے اپنی آنکھیں فرشِ راہ کرنا چاہتے تھے- (اس وقت محض کلکتہ رنگون وغیرہ میں چند موٹریں تھیں) جہاز سے اترے تو استقبال کرنے والوں نے ملاقاتیں کیں، دیر تک ملاقاتوں کا سلسلہ رہا، پھر موٹر پر سوار ہو کر کئی موٹروں کے ساتھ یہ جلوس شہر کا دورہ کرتے ہوئے چودھری عبدالباری کے مکان پر پہنچا- اصل مقصد یہاں یعنی مناظرہ جس لئے ہم گئے تھے اگرچہ فوت ہو گیا تھا مگر چونکہ اسی سلسلہ میں جانا ہوا تھا، اس لئے سارے رنگون کی فضا اختلافی مسائل پر گفتگو چاہتی تھی، ہر جگہ اسی کا تذکرہ یہی چھیڑ چھاڑ یہی گفتگو نظر آتی تھی- سیٹھ عبدالستار اسماعیل گونڈل والے نے جن کی دوکان سورتی بازار میں تھی اور اعلیٰ حضرت قبلہ سے بیعت تھے اور مجھ سے بھی اس سے پہلے سے کافی معرفت تھی- یہ شخص خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے اس کے دل میں سچا جوش مذہب تھا اور بہت زیادہ دیندار پابند شرع، اس موقع پر جب ہم رنگون پہنچے تو اس نے اپنے نیک مشوروں اور اچھی رائے سے بہت مدد کی- عبدالغنی پی پی یہ بیت پورکے رہنے والے میمن تھے مذہب کا درد رکھتے تھے، پہلے یہ معمولی حیثیت کے شخص تھے ایک میمن کے یہاں ملازم تھے مگر جنگ عظیم کے زمانہ میں ملازمت چھوڑ کر خود کاروبار کے

انہوں نے ایک مختصر سا کام کیا اور [illegible] کے بعد تک [illegible] ترقی کی [illegible]
[illegible] حیثیت نہ تھی۔ [illegible] اپنے بیٹے [illegible]
کے ابتدائی دور میں ان کے پاس بھی ایک [illegible] مولانا کا بھی [illegible] انہوں نے ان [illegible]
مولانا کیلئے جب تک ان کا گھوں میں قیام [illegible] کر دیا تھا۔ [illegible]
[illegible] کے [illegible]
تک یہ مولانا ان کے پاس رہے جب سب کاموں سے فرصت [illegible]
[illegible] چنانچہ جب تک گھوں میں قیام رہا ایسا ہی ہوتا رہا۔

گھوں میں اہل سنت کے جلسے:-

بفضلہ تعالیٰ شہر گھوں میں بڑی دھوم دھام [illegible] آب و تاب [illegible] اہتمام [illegible]
ساتھ نہایت کامیاب جلسے ہوتے رہے۔ جلسے میں کئی کئی ہزار کا اجتماع ہوتا تھا [illegible]
[illegible] کئی کئی ہزار کے مجمع میں اس طرح تقریر [illegible]
[illegible] مجمع کو آواز پہنچے [illegible] بحمدہ تعالیٰ جلسہ [illegible]
[illegible] تک پوری تقریر [illegible] تقریروں کا کافی طور پر اثر ہوتا تھا۔ تھانوی صاحب [illegible]
[illegible] کے بعد [illegible] پھر ان کے بعد علماء اہل سنت کا [illegible]
حیثیت سے [illegible] اہل سنت میں پوری بیداری [illegible] اور دینی باتیں سننے [illegible]
[illegible] جلسوں میں دینی امور کے تذکروں کے ساتھ ساتھ [illegible]
[illegible] وہابیوں کا [illegible] کیا جاتا تھا [illegible] بہت محظوظ ہوتے تھے اور [illegible]
[illegible] میں بہت اضافہ ہوتا تھا۔ [illegible] عوام کی دلچسپی [illegible] دیکھ کر وہابیوں نے [illegible]
[illegible] کے دلوں میں [illegible] غضب [illegible] آگ میں خود جلنے لگے۔ تھانوی
صاحب کے جانے کے [illegible]
وہابیہ [illegible]

وہابیہ کی ترکیبیں:-

انہوں نے یہ سوچا کہ جس طرح تھانوی صاحب یہاں سے چلے گئے اسی طرح اہل
سنت کو بھی یہاں سے [illegible] نکالنے کیلئے کوئی تدبیر [illegible]
چاہئے۔ مولوی [illegible] جامع مسجد کے اس وقت امام تھے [illegible]
[illegible] مسجد کی امامت کی وجہ سے گھوں میں عزت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے [illegible]
کے دل میں [illegible] خلش پیدا ہوئی۔ سوچتے سوچتے یہ ترکیب نکالی کہ [illegible]
[illegible]
تھا۔ اس کوٹھی کا مالک اس زمانہ میں [illegible]
دین سے بے تعلق تھا [illegible]
[illegible] کیلئے [illegible]
کے پاس بھیجا۔ مولوی [illegible]
کے قدم [illegible] اور یہ کہا کہ [illegible]
ترکیب [illegible] کہ یہ علماء اہل سنت چلے جائیں [illegible]
[illegible]
شخص کو دین سے [illegible]
کیا [illegible] مال و دولت کے [illegible]
کر رہا ہوں [illegible] مولویوں کو شہر گھوں سے [illegible]
[illegible] کر دیا۔ اتفاق سے چودھری [illegible]
[illegible]
[illegible]
کے [illegible] میں فیصلہ کر دیا۔

چودھری صاحب خود گئے:-

عبدالکریم نے چودھری عبدالباری کو بلایا اور ان حضرات علماء کے متعلق یہ کہا: جس طرح ممکن ہو جلد سے جلد پہلے جہاز سے ان کو کلکتہ روانہ کر دیا جائے- جمال کی باتیں سن کر چودھری عبدالباری کے ہوش اڑ گئے کہ ایسا کرنا مذہب کے بھی خلاف اور مروت و شرافت کے بھی خلاف کہ جن مہمانوں کو اتنی کوششوں کے ساتھ بلایا گیا- ان کو اس طرح بلاوجہ رخصت کرنا میزبان کی نہایت درجہ ذلت اور سبکی ہے- ادھر جمال سے الگ خوف کہ وہ تنا ہوا آدمی اگر ہم اس کے خلاف کریں تو کسی نہ کسی موقع پر ہمیں سخت سے سخت تکلیف پہنچائیگا- بلکہ اسٹیمروں کے ملازمین کا جو معاملہ اس وقت درپیش ہے اس میں وہ بالکل خلاف فیصلہ کر دے گا تو میری تجارت کو سخت نقصان ہوگا- غرض دو متضاد چیزیں عبدالباری کے [illegible] رہتی ہیں اور وہ پریشان ہو رہا ہے کہ میں کیا کروں؟ بلکہ جمال نے اثنائے گفتگو میں عبدالباری سے یہ بھی کہا کہ گورنر کا یہ حکم ہے جو میں تمہیں سناتا ہوں- ان باتوں کو سن کر عبدالباری نہایت پریشان حالت میں ان علماء کے پاس حاضر ہوئے اور شرمندگی کے ساتھ [illegible] رخصت [illegible]-

عبدالباری نے جب گورنر کا حکم ہونا بیان کیا تو سن کر تعجب ہوا اور یہ کسی طرح سمجھ میں نہیں آیا کہ بلاوجہ گورنر نے ایسا حکم کیوں دے دیا؟ محض اس کے کہنے پر باور نہ کرنا چاہئے بلکہ گورنر سے مل کر دریافت کرنا چاہئے کہ ایسا حکم دیا کہ نہیں اور اگر حکم دیا ہے تو اس کی وجہ کیا ہے؟ چنانچہ مولانا عبدالعلیم میرٹھی جو انگریزی دان شخص بھی ہیں بعض اور شخصوں کو لیکر گورنر سے ملنے گئے اور دریافت کیا کہ کیا آپ نے ہمارے جانے یا رہنے کے متعلق کوئی حکم دیا ہے؟ معلوم ہوا کہ نہیں پھر یہ بتایا کہ ہماری جماعت مذہبی جماعت ہے ہم عوام کے سامنے اسلام اور مذہب کی باتیں پیش کرتے ہیں، ان کو امن [illegible] سے رہنے کی ہدایت کرتے ہیں- گورنر نے اس پر یہ کہا کہ ہم ایسے علماء کو جو اپنے ملک میں بہت پسند کرتے ہیں- ہماری [illegible] خوشی ہے کہ آپ لوگ زیادہ سے زیادہ اس ملک میں قیام کریں اور اپنے مذہب کی تبلیغ

کریں- جب یہ معاملہ ہو گیا کہ گورنر نے ایسا حکم نہیں دیا ہے اور عبدالکریم جمال نے خود طور پر عبدالباری کو ڈرانے کیلئے ایسا کہہ دیا تھا تو اب صرف یہ بات باقی رہ جاتی ہے کہ اگر عبدالباری اپنے یہاں ان علماء کو ٹھہراتا ہے تو جمال اسکے خلاف ہوتا ہے اور اس کی مخالفت کو عبدالباری برداشت نہیں کر سکتا- عبدالباری علماء کے سامنے [illegible] جمال کا خوف ظاہر کرنے لگا، یہ ایک نہایت نازک معاملہ تھا کہ جس نے بلایا اور جس کے یہاں قیام تھا اور جس کے مہمان ہیں وہی رکھنے کیلئے تیار نہیں ہے تو رنگون میں رہنے کی صورت کیا صورت ہے؟ اور اسی طرح چلا آنا بھی نہایت بری بات ہے-

عشق گر مصلحت اندیش ہے، ہے خام ابھی:-

قدرت کی طرف سے ایک شخص جس کا نام ابراہیم ویلی سورتی تھا وہ تیار ہو گئے اور انہوں نے سب کے سامنے کہا کہ ہم اس طرح جانے نہیں دیں گے، یہ حضرات یہاں رہیں اور ان کے وعظ و تقریر ہوتے رہیں اور جب خود ان کی طبیعت وطن جانے کی چاہے اور یہ حضرات اپنے خیال میں یہ سمجھ لیں کہ یہاں کی ضرورت پوری ہو گئی اس وقت ان کی [illegible] پر ہم ان کو باعزت طور پر رخصت کریں گے اور اگر اس معاملے میں جمال آڑے آتا ہے تو مجھ کو اس کی کچھ پرواہ نہیں ہے، جمال میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا- اس کا جو جی چاہے کر دیکھے، ہم ان علماء کو اسی وقت اپنے مکان پر لے جاتے ہیں- ابراہیم ویلی [illegible] ایک بہت [illegible] اور بات کا نہایت پکا اور دھنی تھا اور سورتی قوم پر بھی اس کا کافی اثر تھا- اس کی کوٹھی شہر سے تین میل فاصلے پر تھی فوراً گاڑیاں منگوائی گئیں اور حضرات علماء نے [illegible] کو ابراہیم ویلی کی کوٹھی پر روانہ کیا گیا اور خود یہ حضرات [illegible] وہاں پہنچے ابراہیم ویلی کی کوٹھی [illegible] شہر سے دور تھی پھر بھی صبح سے آنے جانے والوں کا تانتا بندھا [illegible]- ابراہیم دونوں وقت [illegible] ساٹھ آدمیوں کے کھانے کا انتظام رکھتے تھے اور [illegible] آدمی دونوں وقت دسترخوان پر ہوتے تھے-

رات میں شہر میں جہاں جلسہ ہوتا علماء وہاں تقریروں کے لئے تشریف لے

جاتے۔ آدمیوں کا اتنا ہجوم ہوتا تھا کہ جلسے کے بعد کم از کم ایک گھنٹہ مصافحہ میں صرف ہوتا تھا۔ دو بجے یا اس کے بعد قیام گاہ پر واپسی ہوتی تھی۔

مخصوص میلاد:۔

ایک مرتبہ سورت میں سیٹھ ابراہیم ویلی نے خود اپنی کوٹھی پر میلاد شریف کیا اور اس میں اپنی تمام سورتی برادری کو مدعو کیا، شرکت میلاد کی دعوت بھی دی اور اس کے بعد طعام کی بھی۔ تقریر سے پہلے انہوں نے اس جلسہ میں مجھ سے خواہش کی اور کہا کہ میری خواہش ہے کہ آج آپ وہابیہ کا رد بلیغ کریں اور میں نے تمام سورتی وہابیوں کو اس لئے مدعو کیا ہے کہ وہ خود اپنے کانوں سے اپنے اکابر وغیرہ کے اقوال وغیرہ سن لیں۔ تقریر کا سلسلہ شروع ہوا۔ چونکہ یہ جلسہ میلاد پاک سے متعلق تھا اور اس میں بانی جلسہ کی یہ خواہش بھی تھی کہ وہابیہ کا رد بلیغ ہو جائے لہٰذا اس کے جواز پر دلائل آیات، احادیث اور اقوال علماء سے پیش کئے گئے۔ میلاد شریف کی حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے یہ بتایا گیا کہ اس چیز کو بدعت یا شرک کہنا کسی مسلم اور مومن کا کام نہیں ہو سکتا۔ پھر میلاد شریف میں اہتمام و تداعی اور جوش و خروش سے مجلس آراستہ کرنے، پھولوں وغیرہ سے مجلس سجانا، روشنی کرنا اور مجلس پاک میں بیان ولادت کے وقت کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھنے اور شیرینی وغیرہ تقسیم کرنے پر عقلی اور شرعی دلائل قائم کئے گئے جس کو ہر منصف مزاج سمجھدار نے تسلیم کیا اور کسی کو انکار کی گنجائش نہ رہی۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا خواب:۔

اسی سلسلہ میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا وہ خواب بھی ذکر کیا گیا جس کو امام بخاری نے اپنی صحیح کے اندر درج فرمایا ہے اور یہ بتایا گیا کہ حضور کی ولادت پاک پر ابولہب کو خوشی ہوئی اور اس نے مسرت میں ثویبہ کو آزاد کیا۔ اس کی وجہ سے اسے دوزخ میں کافر ہونے کے باوجود حضور کی ولادت پر مسرت کرنے کا یہ فائدہ ملا کہ اس کو ایک انگلی سے پانی ملتا ہے، جس کو چوس کر وہ سکون حاصل کرتا ہے۔ تو جب ایک کافر کو یہ فائدہ پہنچا تو کوئی مسلم اگر اس پر اظہار

مسرت کرے تو ضرور اس سے بہت زیادہ فائدے اس کو پہنچیں گے۔ حضرت عباس کے اس خواب سے بعض لوگ مولود کے جواز پر استدلال کرتے ہیں تو وہابیہ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ خواب کی بات قابل اعتبار نہیں۔ افسوس کہ خواب بھی کس کا، نبی کریم ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا اور اس خواب کا ثبوت بھی کتنا بروجہ صحیح جس کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں درج فرمایا اور اس سے استدلال کیا تو یہ خواب قابل اعتبار نہیں کیونکہ اس سے نبی کریم ﷺ کی عزت و عظمت اور آپ کی عظمت شان ظاہر ہوتی ہے۔ مگر جو خواب ایسے ہیں کہ ان سے وہابیہ کے علماء کی عزت ظاہر ہوتی ہے اگرچہ اس سے حضور کی شان رسالت ﷺ کی تنقیص ہوتی ہے وہ خواب نہ صرف قابل اعتبار بلکہ ان سے استدلال کیا جاتا ہے اور بہت چمک چمک کر ان کو اپنی کتابوں میں درج کیا جاتا ہے۔

حضرات دیوبند کی بدخوابی:۔

اس سلسلہ میں وہ خواب بھی ذکر کیا گیا جس میں نبی کریم ﷺ نے وہابیہ کے وہاں روٹی پکائی تھی، وہ خواب بھی ذکر کیا گیا جس میں براہین قاطعہ میں علماء دیوبند سے نبی کریم ﷺ کے اردو زبان سیکھنے کا تذکرہ ہے اور وہ بھی ایسے لوگوں سے جن کو یہ خبر نہیں کہ کلام کا لفظ مذکر ہے یا مونث اور اس سلسلہ میں ایک مرید کا وہ خواب جس میں بجائے درود شریف پڑھنے کے اللھم صل علی سیدنا و مولانا اشرف علی دن بھر پڑھا۔ اسی ضمن میں وہ خواب بھی پڑھا گیا جس میں کسی نے تھانوی صاحب کے گھر میں معاذ اللہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا تشریف لانا بیان کیا ہے اور تھانوی صاحب نے اس کی جو کچھ گندی تعبیر کی ہے اور اسی قسم کے چند اور خوابوں کا ذکر کرنے کے بعد یہ دکھایا گیا کہ خلاصہ ان لوگوں کے اقوال و عقائد کا یہ ہے کہ جس چیز میں نبی کریم ﷺ کی تعظیم ہو اس کے انکار میں طرح طرح کے لایعنی اور بعید از کار باتیں ذکر کیا کرتے ہیں اور ذکر ہر قسم کی کوئی ایسی بات جس سے ان کے علماء کی تعریف نکلتی ہے تو اپنی طرف سے کچھ لے اڑتے

خوابوں کو پیش کرتے ہیں اور اپنے علماء کی بزرگی و بڑائی بیان کرتے ہیں۔ فلاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

یہ بیان کچھ ایسا مسلسل اور مربوط تھا کہ عموماً سامعین جو اگرچہ وہابی خیال کے بھی تھے ان سب کے دلنشیں ہوتا گیا اور اس وقت ان کو مذہب اہل سنت کی حقانیت تسلیم ہی کرنی پڑی، چاہے بعد میں اس پر قائم رہے ہوں یا نہیں۔ جملہ حاضرین سنی و وہابی سب نے ذوق وشوق سے بیان ولادت پر قیام کیا اور صلوٰۃ وسلام پر یہ مبارک مجلس ختم ہوئی۔ دو دن سے زائد قیام کے بعد جب وہاں کی فضا بحمدہ تعالیٰ بالکل درست ہو گئی اور گلی گلی میں اہل سنت کی حقانیت پر اظہار خیال ہونے لگا اور یہاں کی ضرورتوں نے واپسی پر مجبور کیا۔ متعدد حضرات سے وہاں سے روانگی کے متعلق کیا گیا اور یہ طے پایا کہ فلاں روز روانگی ہو گی بلکہ سیکنڈ کلاس کے ٹکٹ بھی ان علماء کیلئے خرید لئے گئے۔

باہی گروہ میں ابال:-

جب وہابیوں کو اطلاع ملی کہ یہ لوگ روانہ ہونے والے ہیں ٹکٹ خرید لئے گئے ہیں تب کسی طرح نہ رکیں گے تو اس وقت جب کہ یہ سب حضرات سیٹھ عثمان عبدالغنی جی کے دفتر میں موجود تھے مولوی ابراہیم سورتی کی طرف سے ایک آدمی آتا ہے اور مناظرہ کا پیغام دیتا ہے یعنی انہوں نے یہ بہانہ [illegible] تھا کہ اب تو یہ لوگ جا ہی رہے ہیں [illegible] جانے کا [illegible] مناظرہ کا پیغام دیا تھا مگر منظور نہیں کیا لیکن اہل حق بفضلہ تعالیٰ شیاطین کے مکائد سے محفوظ رہتے ہیں۔ اسی شخص سے فوراً یہ اطلاع بھیجی جاتی ہے کہ ہم مناظرہ کیلئے موجود ہیں اگرچہ اس مقابل بھی کہ آپ کو منگا لیا جائے مگر ہم اس کی پرواہ نہیں کریں گے اگر آپ فی الحقیقت مناظرہ کرنا چاہتے ہیں تو بسم اللہ جگہ اور وقت وغیرہ آج طے کرلیا جائے اور ہم اپنی روانگی ملتوی کرتے ہیں اور آپ کے جواب آنے پر ہم اپنے ٹکٹوں کو بیکار کئے دیتے ہیں لیکن اگر آپ نے محض ہمارے ٹکٹ کے روپے برباد کرنے کا ارادہ کیا ہے اور مناظرہ کا نام صرف دکھلانے کیلئے لیا ہے [illegible] ہم یقین کے ساتھ جانتے ہیں کیا ہے تو کیا آپ کے اکابر میں بھی

ہمت وجرأت نہیں ہے۔ ہم نے ٹکٹ خراب کر دیا اور آپ نے مناظرہ نہ کیا تو ہمارے ٹکٹ کی قیمت آپ کو دینی ہوگی اور یہ نقصان آپ کے ذمہ رہے گا۔ آپ کا جواب آنے کے بعد ہم ٹکٹ ضائع و بیکار کردیں گے اور تین گھنٹہ تک ہم اس کا انتظار کریں گے اگر یہ وقت گزر گیا اور آپ کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا تو سمجھ لیا جائے گا کہ یہ آپ کی طرف سے ایک فریب تھا جو ہمیشہ آپ کے ہم مذہبوں کا شیوہ رہا ہے۔

بلبلہ بیٹھ گیا:-

بھلا ان کی ہمت کیا ہوتی کہ شیران حق کے مقابلے میں آتے؟ دوسرے دن تک بھی اس کا جواب نہ آسکا تین گھنٹہ کیا معنی؟

رنگون سے واپسی:-

جہاز کی طرف سے یہ اطلاع ملی کہ جہاز تین بجے کے بعد رات میں روانہ ہوگا مگر مسافر دن ہی دن میں نماز مغرب سے قبل سوار کردئے جائیں گے اس کے بعد حسب دستور پھاٹک وغیرہ بند کردئے جائیں گے اور کسی کو آنے جانے کی اجازت نہ رہے گی۔ چنانچہ ان علماء کے سامان وغیرہ بھی بعد نماز عصر جہاز پر روانہ کردئے گئے اور ان کے کمروں میں لگادئے گئے اور خود ان کیلئے اجازت لے لی گئی کہ بارہ بجے رات کے بعد جلسے سے فارغ ہو کر یہ حضرات جہاز پر تشریف لائیں گے۔ اس شب میں بھی ایک بڑا عظیم الشان جلسہ تھا جس میں کئی ہزار آدمیوں کا مجمع تھا۔ حسب دستور مسائل، عقائد پر تقریریں ہونے کے بعد رنگون کا اتنے دنوں تک قیام اور ان میں جو کچھ بھی چھوٹے بڑے واقعات پیش آئے ان کو بیان کرنے کے بعد حسب دستور جلسہ صلوٰۃ وسلام پر ختم ہوا اور حاضرین نے بڑے ذوق وشوق اور محبت کے ساتھ علماء سے مصافحہ کئے تقریباً دو ہزار آدمی جہاز تک رخصت کرنے کیلئے گئے۔

جس وقت گوری کا پھاٹک کھولا گیا ہے اور اتنے بڑے عظیم الشان مجمع کو داخل ہوا ہے تو اہل شہر نے اپنے معزز مہمانوں کو رخصت کیا اور جہاز پر سوار کیا ہے جہاں سے لوگوں کے دل بے تاب اور آنکھیں اشکبار تھیں۔ مجمع کی ایک عجیب کیفیت تھی جو دیکھنے سے تعلق

رکھتی تھی مجمع وہاں سے ہلتا نہیں چاہتا تھا، کسی طرح کہہ سن کر روانہ کیا گیا اور یہ حضرات اپنے کمروں میں تشریف لے گئے۔ جہاز اپنے وقت پر روانہ ہوا اور سمندر کی لہریں کاٹتا ہوا جدہ پہنچا۔ یہاں یہ بات بھی ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عبدالکریم جمال جس نے اپنی دولت کے گھمنڈ میں علماء اہل سنت کے ساتھ زیادتی کی تھی جس کا ذکر اوپر ہوا۔ قدرت کی طرف سے نہایت جلد اس سے زبردست انتقام لیا گیا۔ چند ہی ماہ میں ایسا برباد ہوا کہ نہ دولت باقی رہی نہ شوکت نہ اس کا نام باقی رہا نہ حکومت۔

مولوی عبدالرحمن صاحب:۔

بکھریا ضلع مظفر پور میں مولوی عبدالرحمن صاحب نے ایک مدرسہ قائم کر رکھا تھا۔ مذہب کا بہت زیادہ جوش ان کے دل میں تھا کبھی کبھی جلسہ بھی کیا کرتے تھے۔ جلسہ بہت دھوم دھام سے ہوتا تھا۔ سنا ہے کہ چاروں میں کوس سے دیہات کے باشندے مسلمان بکثرت آتے تھے۔ ان سب کی مہمانی جن کی تعداد کئی سو سے زیادہ ہوتی تھی مولوی صاحب کے ذمہ ہوا کرتی تھی۔ جلسہ کیلئے پہلے ہی دیہات وغیرہ سے انتظام ہو جایا کرتا تھا تاکہ کم از کم چار پانچ روز تک ہر وقت ان دیہاتی مہمانوں کی خورد و نوش کا انتظام کیا جا سکے۔ یہاں کا جلسہ ایک نوعیت میں جداگانہ تھا صبح سے شروع ہوتا تھا اور رات کو بارہ ایک بجے ختم ہوتا تھا۔ کھانے اور اوقات نماز میں تھوڑی تھوڑی دیر کیلئے جلسہ ملتوی کر دیا جاتا تھا، کیونکہ خود سامعین ہوتے تھے نہ کوئی اور کہیں آتا تھا نہ جاتا تھا۔ شرکت جلسہ کے سوا ان کے لئے کوئی دوسرا کام [illegible] آس پاس کے دیہات والے کھانا وغیرہ کھا کے اپنے گھر چلے جاتے تھے مگر دور دراز والے وہیں مقیم رہتے تھے، ان کی خواہش یہی تھی کہ تقریر ہوتی رہے اور ہم سنا کریں جلسہ کیلئے نہ ارض فرش کی حاجت تھی نہ شامیانہ تاننے کی ضرورت۔ کسی باغ میں تخت بچھا دیا جاتا تھا، جس کے سامنے کے نیچے خدا کے بچھائے ہوئے فرش پر سامعین بیٹھے ہوئے علماء کی تقریریں سنا کرتے۔ وہاں کے جلسوں کی سادگی اور ان سارے مسلمانوں کا ذوق و شوق ایک عجیب و غریب کیف پیدا کرتا تھا۔

بکھریا میں جلسہ عید میلاد:۔

ایک مرتبہ مجھے بھی مولوی عبدالرحمن صاحب نے شرکت جلسہ کی دعوت دی۔ میں گیا سے مظفر پور، دربھنگہ اور سمستی پور ہوتا ہوا جنک پور اسٹیشن پر جا کر اترا۔ اب یہاں سے علاقہ بکھریا سات کوس کا وہ راستہ ہے جو پالکی یا بیل گاڑی سے طے کیا جاتا ہے۔ میری سواری کیلئے بیل گاڑی آئی تھی جس سے وہاں پہنچا۔ جانے پر یہ پتہ چلا کہ حضرت مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی بھی تشریف فرما ہیں اور مولانا حمد اللہ صاحب بھی جلسے [illegible] جو ایک زمانہ دراز تک بغداد شریف میں قیام پذیر رہ چکے تھے، وہ بھی یہاں موجود تھے۔ میرے پہنچنے پر ایک دن پہلے سے جلسہ شروع ہو چکا تھا۔ پہنچنے کے بعد جلسے کی کیفیت دریافت کی، معلوم ہوا کہ مولوی عبدالرحمن صاحب نے اعلان کر دیا تھا بلکہ لکھ کر نوٹس لگا دیا تھا کہ کوئی صاحب بغیر اجازت جلسے میں بولنے کا حق نہیں رکھتے اور مخالفین کو کسی قسم کے سوال وغیرہ کی اجازت نہیں۔

مولوی مرتضیٰ حسن دربھنگی کی دھینگ:۔

مولوی مرتضیٰ حسن دربھنگی جو اکثر ان اطراف میں دورہ کیا کرتے تھے اپنے اس موقع کی تلاش میں رہتے کہ فساد پیدا کریں اور مسلمانوں میں خانہ جنگی کرائیں، موقع کو غنیمت دیکھا اور مولوی عبدالرحمن صاحب کے پاس اس مضمون کا خط بھیجا کہ مجھے جلسے میں آنے اور بولنے کی اجازت دی جائے۔ مولوی صاحب [illegible] ہو جائے گا اور اگر کہیں فساد ہو گیا تو ساری ذمہ داری [illegible] جواب نہ دیا پھر کیا تھا [illegible] کو موقع ہاتھ آیا شیر بن کر غرانے لگے اور ایک رات میں کئی دیگر اس سے زیادہ خطوط اسی مضمون کے مولوی عبدالرحمن صاحب کے پاس انہوں نے بھیجے ہر خط میں بڑی بڑی دھمکیاں اور فساد کے بڑے بڑے [illegible] پر نہایت صریح بزدلانہ [illegible] ہوتے تھے۔

کبھی کبھی امن پسندی بھی مضر ہوتی ہے

مولوی صاحب یہ سمجھے تھے کہ ہم جلسے کی تاریخیں اسی طرح خاموشی کے ساتھ گزار دیں گے، جب جلسہ ہو چکے گا اس وقت ہم ان کی طرف متوجہ ہوں گے اور یہ نہ سمجھے کہ عوام پر اس کا اثر کیا ہوگا؟ [illegible] مولوی مرتضیٰ حسن صاحب [illegible] [illegible] مرتضیٰ حسن کو نہایت اچھا ہاتھ آیا، وہاں سے خطوط پر خطوط بھیج رہے ہیں اور زبانی لوگوں میں تحریک کر رہے ہیں اور لوگ جب اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ مولوی عبدالرحمن صاحب ان لوگوں کی تحریر کا کچھ جواب نہیں دے رہے ہیں تو ان لوگوں کو خیال ہوا کہ مولوی مرتضیٰ صاحب جو کچھ کہہ رہے ہیں وہی حق ہوگا ورنہ مولوی عبدالرحمن صاحب کو خاموش رہنے کی کوئی وجہ نہ تھی- بلکہ جب ان کے وہاں جلسے میں بڑے بڑے علماء آئے ہوئے ہیں تو یہ بھی نہیں کہا جا سکتا ہے کہ شاید علمی کمزوری کی وجہ سے مقابلہ نہ کر سکتے ہوں-

بہرحال آس پاس کے دیہاتوں بلکہ دور دور گاؤں والوں کے خیالات مذبذب ہونے لگے- جن کی طرف مولوی عبدالرحمن صاحب نے اپنی مصلحت اندیشی سے بالکل توجہ نہیں کی، جب یہ کیفیت مجھے معلوم ہوئی کہ یہاں یہ ہو رہا ہے مولوی عبدالرحمن صاحب سے یہ کہا کہ بہرحال آپ ان کو جلسے میں آنے اور مناظرے کی اجازت دے دیجئے- مولوی صاحب کچھ گھبرا سے گئے کہ کوئی [illegible] سمجھایا کہ آپ گھبرائیں نہیں ہم اس کام کو سنبھالیں گے، اتنے میں پھر مولوی مرتضیٰ صاحب کا ایک خط آیا جس میں تعلّیوں کی بھرمار تھی اور حسب دستور بے جا [illegible] تمام چیزوں کو [illegible] اصل سوال کا جواب دیا کہ ہم مناظرے کے لئے تیار ہیں آپ کو اجازت ہے [illegible] مسئلے پر چاہے گفتگو کیجئے- اس خط کا پہنچنا تھا کہ مولوی مرتضیٰ صاحب [illegible] کے جلسے [illegible] کریں گے-

نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن-

ان کا مقصد نہ تو مناظرہ کرنا تھا اور نہ بے چارے میں مناظرہ کرنے کی استعداد اور صلاحیت تھی- ساری عمر [illegible] اور اس میں [illegible] بازی اور [illegible] کرنے کے علاوہ انہوں نے کیا ہی کیا تھا؟ [illegible] کے مقابل آئے، اب اگر جلسے میں نہیں جاتے تو [illegible] ہوتی ہے کہ کیوں نہ آپ جلسے میں جانے کی اجازت مانگتے تھے؟ اب جبکہ اجازت دے دی گئی تو جاتے کیوں نہیں؟ اور اگر جاتے ہیں تو گفتگو کرنے کی اپنے میں جرأت نہیں [illegible] اس خط کے جواب میں تحریر کرتے ہیں کہ وہاں آنے پر ہم کو اندیشہ ہے کہ کوئی ہمارے ساتھ زیادتی نہ کرے، یہ جواب دیا کہ آپ آئیے اور ہر قسم کا اطمینان رکھئے ہم اس کے ذمہ دار ہیں کہ آپ کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی نہ ہوگی- اب اس کا یہ جواب ملا کہ ہمیں اب بھی اندیشہ ہے اور اطمینان نہیں ہے [illegible] کے لوگ معزز زمیندار اس کی ذمہ داری کریں اور [illegible] کی تحریر بھی دے دیں تو ہم آ سکتے ہیں، [illegible] وہاں کے چند زمینداروں کے دستخط کرا کر ایک تحریر بھیجی جاتی ہے کہ آپ جلسہ میں آئیے کسی کو نہ کچھ کرنے کی ضرورت نہ اس کی ضرورت- شریعت کے مسائل پر گفتگو کرنی ہے، فریقین کے علماء آپس میں بات چیت کر لیں گے، عوام صرف سنیں گے ان کو بولنے کا کوئی حق نہ ہوگا اور کسی قسم کا جھگڑا [illegible] ہوگا، ہم لوگ اس کے ذمہ دار ہیں اس تحریر کے پہنچنے کے بعد بھی مولوی صاحب کو جلسہ گاہ میں آنے کی جرأت نہ ہوئی، یہ جواب دیا کہ مجھے اب بھی اندیشہ ہے میں وہاں آنے کے لئے تیار نہیں ہوں ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ آپ اپنے علماء کو یہاں بھیج دیجئے میں ان سے گفتگو کر لوں گا، اس کا جواب مولوی عبدالرحمن صاحب نے یہ دیا کہ ہمارے علماء وہاں تشریف لے جانے کیلئے تیار ہیں مگر جبکہ آپ نے یہاں آنے کیلئے زمینداروں کی ذمہ داری طلب کی تو اب ہم بھی اس قاعدے کے مطابق آپ سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ [illegible] امن و حفاظت کی ذمہ داری کی جائے اور اس کاغذ پر زمینداروں کے دستخط کروا کر ہمارے پاس روانہ کیا جائے اور ہم کو وقت بتایا جائے، تاکہ ہمارے علماء اسی وقت آپ کی قیام گاہ پر پہنچیں- اس تحریر کا ایک

بے ہودہ جواب انہوں نے لکھ بھیجا کہ آپ اپنے علماء کو یہاں بھیج دیجئے در بھنگی صاحب کی ... دلائل نہ کسی زمیندار کے دستخط - سمجھ لیا گیا کہ مولوی صاحب کا مقصد گریز ہے ... سے وہ اپنی فرار اور ذلت پر پردہ ڈالنا چاہتے ہیں۔ ان کو آخری تحریر بھیجی گئی کہ جب آپ کی طرف سے نہ کوئی ذمہ داری ہے نہ کسی کے دستخط ہیں تو اب ہماری طرف سے یہ آخری اطلاع ہے کہ آپ نہ ہمارے یہاں آئیں اور نہ ہم آپ کے یہاں آئیں بلکہ دونوں موضعوں کی سرحد پر فریقین کا اجتماع ہو جائے اور وہیں مناظرہ ہو کر حق و باطل کا فیصلہ کر لیا جائے۔ آخر میں ہم یہ لکھتے ہیں کہ ہمارے علماء بھی اسی وقت دونوں موضعوں کی سرحد پر جانے کیلئے تیار ہیں بلکہ جا رہے ہیں اس رقعہ کے پہنچنے کے بعد آپ بھی فوراً آجائیں۔ چنانچہ علماء اہل سنت بڑی جماعت کے ساتھ قریب عصر یہاں سے روانہ ہو کر سیوانے پر جا کر قیام پذیر ہوئے اور مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد تقریر شروع ہوئی - سلطان الواعظین مولوی عبدالواحد صاحب نے اپنے خاص انداز میں ایک بہت نفیس تقریر فرمائی - سیوانے پر پہنچنے کے بعد بھی موضع بالا ساتھ میں مولوی در بھنگوی صاحب کے پاس ایک آدمی بھیج دیا گیا کہ وہ سب لوگ فلاں جگہ مجتمع ہیں، آپ چلئے سنتے ہی چہرے پر ہوائیاں چھوٹنے لگیں نہ راہ رفتن نہ جائے ماندن۔ بالا ساتھ کے کچھ مسلمان بھی ان سے کہنے لگے کہ مولوی صاحب اب کیوں نہیں چلتے؟ مگر ان میں کہاں ہمت کہ شیران حق کے مقابلے میں آسکیں - بالا ساتھ والوں نے جب انہیں مجبور کیا کہ آپ کو چلنا ہی ہوگا ورنہ اس میں ہماری بڑی ہی بے عزتی ہوگی۔ بیچارہ مولوی صاحب نے ان سے کہا کہ اگر تمہاری بے عزتی ہے تو مجھے یہاں سے کسی طرح چلے جانے دو تاکہ میں دوسرے موضع میں قیام کروں -- جس جگہ علماء اہل سنت مجتمع تھے بالا ساتھ سے جانے کیلئے راستہ بھی وہی تھا مگر در بھنگی صاحب نے اس راستہ کو بھی چھوڑ اور کھیتوں کے راستہ میں دوسرے راستہ سے فرار کیا۔ یہ ہیں در بھنگی صاحب کے حالات جو اپنے ... کہتے ہیں اور ہر وقت مناظرے کیلئے آمادگی ظاہر کرتے ہیں، مگر الحمد للہ کہ کسی مقابلے میں نہیں ... ہمیشہ راہ فرار اختیار کی۔

در بھنگی صاحب کا ایک اور واقعہ -

اس ضمن میں مولوی در بھنگی صاحب کا ایک واقعہ ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خلافت کمیٹی کے عروج کا زمانہ ہے، کوئی شخص خلافت کمیٹی کے خلاف ایک حرف کہنے کی جرأت نہیں رکھتا۔ اس دور میں جبکہ اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز نے ان خلافتیوں کی گمراہیوں کا پردہ چاک کیا اور دنیا کے سامنے ان کی خرابیاں پیش فرما دیں تو ایک مرتبہ بمقام کتب خانہ ... خلافت کمیٹی کا ایک بہت بڑا جلسہ منعقد ہوا جس میں پہلے ہی اعلان تھا کہ مولوی مرتضیٰ حسن صاحب در بھنگی آئیں گے اور تقریر کریں گے اور یہ معلوم تھا کہ وہ ایک ... آدمی ہے ضرور بالضرور اعلیٰ حضرت قبلہ کی شان میں کچھ ... کرے گا۔

جرأت حق:

یہ اطلاع پاکر بالکل تن تنہا ان خلافتیوں کے بھرے ہوئے جلسے میں ... میں جن لوگوں کی ملاقاتیں ہو گئیں اور انہوں نے دریافت کیا کہ کہاں جاتے ہیں؟ ان سے بتا دیا کہ خلافتیوں کے جلسے میں جا رہا ہوں۔ یہ خبر بجلی کی طرح پھیل گئی اور خود جلسے میں پہنچنے کے چند منٹ بعد دیکھتا ہوں کہ اعلیٰ حضرت کے متعلقین کی ایک بڑی تعداد ... آدمیوں کی بھری جماعت کیلئے موجود ہے ... کوئی بے جا بات ... اسے ... جواب دیا جائے گا۔ جلسے میں پہنچنے کے بعد عوام کے ... مولوی عبدالودود ... جلسہ انہوں نے ... اور مجبور کر کے تخت پر لے گئے، پھر انہوں نے ... تقریر کریں جواب دیا میں تقریر کرنے نہیں آیا ... اس وقت دیکھا جائے گا - جلسے میں میرے پہنچ جانے کی اطلاع در بھنگی صاحب کو پہنچ گئی۔ پھر ان میں کہاں اتنی جرأت کہ وہ جلسے میں شریک ہوتے آدھا ... کر دیا اور کہہ دیا کہ میں اس وقت جلسہ میں شریک نہیں ہو سکتا۔

اعلیٰ حضرت کا اضطراب:-

میرے جلسے میں جانے کی اطلاع کسی نے اعلیٰ حضرت کو دیدی۔ اطلاع پا کر نہایت درجہ پریشان تھے، کہیں ایسا نہ ہو کہ مخالفین کا جلسہ ہے کوئی حملہ کر دے یا اور کسی قسم کی اذیت پہنچائے، خبر پا کر اعلیٰ حضرت مکان کے اندر تشریف نہیں لے گئے بلکہ اس وقت سے جب تک میں جلسہ سے واپس نہ آگیا برابر مسجد میں ٹھہرے رہے اور میری فتح و نصرت اور حفظ و امن کیلئے دعا کرتے رہے، حقیقت یہ ہے کہ ان کی دعاؤں ہی کا صدقہ ہے کہ یہ فقیر جہاں جاتا ہے کامیاب ہوتا ہے اور کبھی آج تک ذلیل و شرمندہ نہیں ہونا پڑا۔

بھاگلپور کا مناظرہ:-

اسی طرح متعدد بار مناظرے کیلئے جانا ہوا اور اہل باطل نے مناظرے [illegible] مگر کبھی کسی کو بفضلہ تعالیٰ مقابل آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ ایک مرتبہ بھاگلپور میں حضرت مولانا احمد اشرف صاحب اپنے نورانی بیانات سے اہل سنت کے دلوں کو منور فرما رہے تھے اور اہل باطل کے کلیجے کٹ رہے تھے۔

مولوی محمد علی ناظم ندوہ:-

مولوی محمد علی صاحب مونگیری جو پہلے بہت بڑے ندوی بلکہ ناظم ندوہ تھے، پھر وہ وہابیوں کے مؤید بن گئے، مولانا کے بیانات میں جو وہابیہ کا رد ہوتا اس سے ان کی بھی وہابیت ابھر گئی اور وہ مولانا کا مقابلہ کرنے کیلئے تیار ہو گئے، اگرچہ مولانا ان سے مناظرے کیلئے بہت کافی تھے، مگر مصلحت وقت، اعلیٰ حضرت کی خدمت میں ایک تار دیا کہ مولانا امجد علی و مولانا نعیم الدین صاحبان کو فوراً روانہ کیجئے۔ یہ دونوں حضرات وہاں پہنچے، جلسے ہونے لگے وہابیت کی اچھی طرح بیخ کنی ہونے لگی۔

مولوی محمد علی مونگیری و مولوی غنیمت حسین نے مناظرہ کرنے کا اقرار کیا، بلکہ دن اور وقت اور جگہ سب چیزیں مقرر ہو چکیں۔ مسجد خلیفہ باغ جو بھاگلپور میں ایک مشہور مسجد ہے مقام مناظرہ طے ہوا۔ وقت مقرر پر علماء اہل سنت وہاں تشریف لے گئے اور جب دیکھا کہ

فریق مقابل نہیں آیا ہے تو میں نے تقریر شروع کر دی، یہاں بفضلہ تعالیٰ میدان مناظرہ میں شیران حق روباہ باطل کو بھگانے اور مٹانے کیلئے پہنچ چکے ہیں۔ مولوی محمد علی صاحب وغیرہ کو یہ خوف طاری ہوتا ہے کہ ہم مناظرے میں پھنس جائیں گے اور مناظرے سے [illegible] بہت ہی بے عزتی ہوگی، جان بچانے کی صورتیں تجویز کرنے لگے آخر میں کوتوال شہر واسطہ [illegible] نے بلایا۔ سننے میں آیا کہ کوتوال صاحب سے انہوں نے [illegible] میں یہ کہا کہ عظیم اللہ، میری عزت کا بچاؤ آج آپ کے ہاتھ میں ہے کوئی [illegible] کہ میری جان مناظرے سے بچ جائے۔ کوتوال صاحب کے بائیں ہاتھ کا یہ ادنیٰ کرشمہ تھا، فوراً مقام مناظرہ میں جہاں اس وقت جلسہ ہو رہا تھا پہنچتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ یہاں آپ لوگ مناظرہ کرنا چاہتے ہیں اور اس کے لئے کوئی باضابطہ اجازت حاصل نہیں کی ہے، بلکہ فتنہ و فساد کا اندیشہ ہے لہذا ہم مناظرہ کی اجازت نہیں دیتے۔ کوتوال صاحب کو فوراً یہ جواب دیا گیا کہ آپ مناظرہ کی اجازت دیں یا نہ دیں، جب فریق مقابل یہاں موجود ہی نہیں ہے تو در و دیوار سے مناظرہ نہیں کیا جائیگا۔ پورے جلسے پر یہ ظاہر ہو گیا کہ مولوی محمد علی صاحب کی یہ چال تھی اور مناظرے سے بچنے کی یہ ترکیب تھی۔ بھاگلپور کے وہابیوں کا مناظرے سے فرار اور وہاں اہل حق کی تقریریں کچھ ایسی مفید ثابت ہوئیں کہ ہر شخص نے مسائل اختلافیہ کو اچھی طرح سمجھ لیا۔ خصوصاً مسئلہ تکفیر، یہ مسئلہ لوگوں کو ایسا [illegible] بڑے بڑے لکھے لوگوں کو بند کر دیتے تھے اور ان کے سامنے [illegible] توہین کی ہے اور اس کا لکھنے والا قطعاً کافر ہے۔

کلکتہ کا مقابلہ:-

ایک مرتبہ کلکتہ سے پیر ابوبکر صاحب پھرپھرا والے نے [illegible] کہ یہاں [illegible] نے سر اٹھایا ہے اور سراج گنج میں شردھانند آیا ہوا ہے، اس سے مناظرہ کیلئے یہاں آؤ، ان کے تار پر فوراً کلکتہ پہنچے اور مولوی عبد العزیز نواب صاحب کے یہاں قیام کیا، پھر وہاں سے سراج گنج روانہ ہو گئے مگر شردھانند جی کو جب اطلاع ملی کہ یہاں مقابلے کی

ٹھہرے تھے وہ مسلمانوں سے مناظرہ کرنا پڑے گا لہٰذا وہاں سے روانہ ہوگئے جب ہم وہاں پہنچے معلوم ہوا کہ شردھانند جی کل یہاں سے روانہ ہوگئے اور یہ کہہ گئے کہ ہم مناظر نہیں ہیں۔ وہاں کے مسلمانوں نے بڑی دھوم دھام کیساتھ استقبال کیا جھنڈیوں اور نعروں کے ساتھ مہمان کو قیام گاہ پر لے گئے۔ دوسری ٹرین سے مولانا نعیم الدین مراد آبادی صاحب بھی یہاں پہنچے۔ شام کو ایک عظیم الشان جلسے کا انعقاد ہوا اور علماء کرام نے اسلام کی حقانیت پر شاندار تقریریں فرمائیں اور نہایت کامیابی کے ساتھ جلسہ اختتام پذیر ہوا۔

بنگال میں تقریر کی آسانی:۔

اس ملک (علاقہ) میں مقرر کیلئے بڑی آسانی ہے رات بھر بھی تقریر کرے تو تھکان نہ ہوگی، قاعدہ یہ ہے کہ دس پندرہ منٹ تک مقرر نے ایک مضمون بیان کیا، پھر اسی مضمون کو کسی مولوی نے بنگالی زبان میں ترجمہ کر کے حاضرین کو سمجھایا، پھر مقرر نے تقریر کی اور انہوں نے ترجمہ کیا، اس میں علاوہ تھکان نہ ہونے کے مقرر کو مضمون سوچنے کا بھی اچھا موقع ہاتھ آتا ہے۔

چھوٹے موٹے مناظرے زمانہ طالب علمی میں بھی بارہا کرنے پڑے اور یہ خیال [illegible] جس مسئلے میں کسی سے کلام کیا اس میں خاموش نہ ہونے، بلکہ مخالف ہی کو چپ کرایا۔

زمانہ طالب علمی کا ایک مناظرہ:۔

جونپور کی طالب علمی کا ابتدائی دور تھا۔ جبکہ دینیات سے واقفیت بھی نہ تھی معقولات کی ابتدائی کتابیں پڑھنے کا زمانہ تھا، گھوسی کے ایک بہت بڑے مولوی صاحب سے شب برأت کے حلوے پر گفتگو ہوگئی وہ مولوی صاحب بیان کر رہے تھے کہ اس روز حلوہ پکانا ناجائز ہے۔ ان سے دریافت کیا کہ ناجائز کہنے کی وجہ آپ کے پاس کیا ہے؟ دلیل کیا ہے؟ ادھر ادھر کی الم غلم باتیں کرنے لگے اور اس کو بدعت قرار دیکے حرام ٹھہرانے کی کوشش کی۔ مگر جب بدعت کی تعریف و مصداق میں گفتگو ہوئی تو بدعت کی صحیح تعریف کر کے نہ شب برات کے حلوے کا بدعت ہونا بتا سکے، جو لوگ یہاں موجود تھے انہیں مولوی صاحب کی

بے بسی اور سراسیمگی دیکھ کر سخت تعجب ہوا کہ یہ بڑے مولوی ایک لڑکے کی بات کا جواب نہ دے سکے اور اس سے ہار گئے۔

گھوسی کا دوسرا واقعہ:۔

اسی طرح وسط طالب علمی کے زمانے میں گھوسی کے اندر مسئلہ قیام میلاد شریف ایک نزاعی مسئلہ بن گیا تھا، اس مسئلہ میں بعض لوگ حد سے بڑھے ہوئے تھے اور میلاد شریف پڑھواتے اور پڑھتے تھے مگر قیام نہیں کرتے تھے ایک مرتبہ میلاد شریف کے موقع پر خصوصیت کے ساتھ اس مسئلہ پر تقریر کی یہ وہ دور تھا کہ نہ دینیات سے اچھی طرح واقفیت تھی اور نہ تقریر کرنے کا طریقہ تھا صرف اتنا معلوم تھا کہ محققین اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ [illegible] ہونے کے بعد کچھ عقلی دلائل کچھ ادھر ادھر کے رسائل سے بھی دلائل [illegible] کو اچھی طرح واضح اور ثابت کر دیا، جو لوگ اس مسئلے میں مخالف تھے انہوں نے دوسرے روز مکان کے قریب ہی میلاد شریف کیا اور اس میں ایک مولوی صاحب کو جو قیام کے مخالف تھے تقریر کیلئے بلایا انہوں نے کچھ ادھر ادھر کی الم غلم باتیں بیان کرنے کے بعد قیام کے متعلق یہ کہنا شروع کیا کہ بدعت ہے اور ناجائز ہے۔ میں اپنی بیٹھک میں لیٹا ہوا تھا ان دنوں سردی کے ساتھ مجھے بخار آتا تھا اور عین اسوقت جب مولوی صاحب نے تقریر کی مجھے [illegible] آگیا تھا لحاف اوڑھے ہوئے پڑا ہوا تھا کہ قیام کے بدعت ہونے کی آواز میرے کان میں آئی، پھر کیا تھا ضبط نہ ہوا اسی حالت میں لحاف پھینک کر جلسے میں پہنچ گیا، مولوی صاحب سے قیام کے بدعت ہونے پر گفتگو شروع کر دی۔ چونکہ میری نوعمری کا زمانہ تھا اور میں ایک طالب علم تھا اور وہ مولوی صاحب۔ انہوں نے چاہا کہ مولویت کے رعب سے مجھے خاموش کر دیں۔ وہ چلا چلا کر بلند آواز سے بولنے لگے میں نے ان سے کہا کہ چلانے سے کوئی فائدہ نہیں، آپ اگر چلائیں گے بھی تو لوگ آپ کی بات سنیں گے، مسئلہ پر گفتگو کیجئے اور ان بے ہودہ باتوں سے باز آئیے۔ مگر ان مولوی صاحب کے پاس بلکہ اس ساری جماعت کے پاس کوئی بھی ایسی دلیل نہیں جس سے قیام کو بدعت و ضلالت ثابت کر سکیں

[illegible] صاحب کو ذلت کے ساتھ خاموشی اختیار کرنی پڑی اور قیام کا عدم جواز ثابت ہو [illegible] اس قسم کی چھوٹی چھوٹی باتیں طالب علمی کے زمانہ میں بہت مرتبہ ہوئی [illegible] کی عزت [illegible] ان کو محفوظ رکھا گیا۔ الحمدللہ کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب تک جب کبھی کسی سے اس قسم کی گفتگو ہوئی کچھ بولے [illegible] شرمندگی اٹھانے کی نوبت نہیں آئی۔

قوت استحضار:۔

ابتدائی زمانہ میں جبکہ حافظہ اپنے پورے شباب پر تھا مضامین یاد تھے، بچپن سے اوپر تک کی کتاب کے پڑھانے میں مطالعہ دیکھنے کی حاجت نہ تھی، بغیر مطالعہ دیکھے ہوئے بڑی سے بڑی کتاب کا درس دیا کرتا تھا اگرچہ مجھے اس بات کا اعتراف تھا کہ [illegible] طریقہ کے خلاف ہے مطالعہ دیکھ کر پڑھانا نہایت ہی بہتر اور مفید ہے۔

ابتداء میں طریقۂ تعلیم:۔

[illegible] زمانہ میں اپنی یادداشت پر ایسا اعتماد رکھتا تھا کہ مطالعہ کی ضرورت نہ سمجھی [illegible] پڑھانے کے وقت اس زمانہ میں اپنے سامنے کتاب نہیں رکھتا تھا اور کتاب سامنے رکھ کر پڑھانا دماغ کی کمزوری پر محمول کرتا اور اپنے لئے اہانت جانتا تھا۔ طالب علم کے عبارت [illegible] کیا جو کچھ عبارت اور ترجمہ میں غلطیاں کرتے ان کے بتانے کیلئے کتاب کے سامنے ہونے کی ضرورت نہ تھی اور مطلب اور کتاب کا ماله وما علیه دونوں ذہن میں محفوظ تھا۔

یہ طریقِ تعلیم اس وقت تک جاری رہا جب تک حدیث پڑھانے کا اتفاق نہ ہوا [illegible] حدیث شریف پڑھانے میں کتاب کا سامنے رکھنا ضروری ہوا [illegible] طالب علم کی استعداد کچی ہوتی ہے یہاں تک کہ نہ ان کو عبارت پڑھنے کا سلیقہ رہا اور نہ صحیح طور پر کتاب کا ترجمہ کرنا جانتے ہیں ایک ایک سطر کی عبارت اور ترجمے میں کئی کئی جگہ [illegible]

[illegible] طریقہ جس کو معیوب سمجھا کرتا تھا فوری اختیار کرنا پڑا۔ طالب علمی کے زمانے [illegible] کے دور میں پڑھانے کا یہی صورت تھا جو حضرت مولانا ہدایت اللہ صاحب [illegible] سے اپنایا تھا اور جس طریقے سے خود پڑھا تھا۔ اسی طریقے سے پڑھانا بھی چاہتا تھا مگر طلبہ میں سرعت کے ساتھ تنزلی اور بدشوقی ایسی رونما ہوئی کہ خیال بھی نہیں کیا جا سکتا تھا [illegible] بدتر حالت پیدا ہو جائے گی اسی حالت کو دیکھتے ہوئے وہ طریقہ تعلیم جس [illegible] جو طالب علم کے سر سے اتار کر اپنے کندھوں پر لینا پڑا اور ان کی [illegible] کمزوری رونما ہوئی تو کتابوں کا مطالعہ بھی دیکھنا شروع کیا۔ تاکہ جو مضامین [illegible] چاہئے ہیں ان کا استحضار کیا جائے اور کتاب کا صحیح مطلب طلبہ کے ذہن نشین ہو جائے۔

قدیم طرزِ تعلیم کا مقصد:۔

میرے استاد مولانا ہدایت اللہ خاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے میری تعلیم کا اصل یہ ہے کہ طالب علم میں ایسی استعداد پیدا ہو جائے کہ مشکل سے مشکل مضمون بھی اگر اس کے سامنے پیش کیا جائے تو اسے سمجھ سکے اور اس کی تقریر [illegible] دیکھ کر یا بے مطالعہ دیکھے ہوئے۔ چنانچہ ان کی دعاؤں کی برکت ہے کتابوں کے مشکل سے مشکل مضمون کے سمجھنے میں بھی دشواری پیش نہ ہوئی [illegible] وہ قدیم کتابیں جو معرکۃ الآراء سمجھی جاتی ہیں اور ان کا سمجھنا اور پڑھانا دشوار سمجھا جاتا ہے، ان کو بھی اللہ [illegible] پڑھایا اور ان کے پڑھانے میں دشواری نہیں پیدا ہوئی، اگرچہ وہ کتابیں خود میری پڑھی ہوئی نہیں تھیں، مثلاً [illegible] یوسف صاحب خالق کی اور شرح [illegible] حوالی سید شریف [illegible] جانی، میر زاہد، شرح چغمینی وغیرہ کہ ان کتابوں کو بفضلہ تعالیٰ [illegible] کے ساتھ پڑھایا یہ سب اساتذہ کرام کے کرم اور ان کی دعاؤں کا صدقہ ہے۔

حضرت استاذ کا وصال:۔

[illegible] میں جب پٹنہ میں مدرس تھے اور وہاں کی مدرسی سے [illegible] چاہتے تھے، جونپور سے حضرت مولانا کی علالت کا خط پہنچا۔ وہاں سے براہ راست جونپور

پہنچا بہ خدمت [illegible] مولانا [illegible] فارغ ہو کر اتھا زبان بالکل بند ہو چکی تھی مگر دماغ بالکل ٹھیک ہوا تھا آنکھوں [illegible] کر پہچان سکتے تھے۔ جب میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آنکھیں بند کئے ہوئے تھے مولانا سید شاہ سلیمان اشرف صاحب علیہ الرحمہ خدمت میں حاضر تھے انہوں نے [illegible] فرمایا کہ فلاں شخص آیا ہوا ہے مجھے آنکھیں کھول دیں انہیں سلام کیا [illegible] سے جواب دیا، پھر دونوں ہاتھ اٹھا کر دیر تک کچھ پڑھتے رہے۔ قرینے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ [illegible] میرے لئے دعا کر رہے تھے۔ [illegible] مولانا کی خدمت میں حاضر رہا مولانا کی [illegible] حال [illegible] رہا یہاں تک کہ شعبان کی ۲۹ تاریخ آگئی مولانا سلیمان اشرف صاحب سے [illegible] مزاج میں اگر کسی قسم کا تغیر ظاہر ہو تو فوراً خبر دیجئے [illegible] میں [illegible] آیا [illegible] رمضان کا چاند ہو گیا۔ رمضان کی [illegible] تاریخ [illegible] ہم سب کو داغ مفارقت دیکر راہی ملک بقا ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ -

مولانا کی [illegible] حضرت خاتم المحققین مولانا فضل حق خیر آبادی کی ایک بہت [illegible] تھی اور آپ کے عہد میں منطق و فلسفہ کا جاننے والا آپ کے مثل کوئی دوسرا نہ تھا [illegible] آپ [illegible] ختم ہو گیا [illegible] کا زمانہ بھی ختم ہو گیا۔ نہ ویسے علماء رہے اب، نہ ان [illegible] اس قسم کے طلبہ [illegible] پڑھنے کے شوقین طالب [illegible] پڑھنا پڑھانا گیا ہے [illegible] جب انتقال پر ملال کی خبر ملی بہت افسوس ہوا [illegible] کیم رمضان ۱۳۱۶ھ مولانا کا انتقال ہوا اور رشید آباد میں آپ کا اسی جگہ مزار ہے جہاں آپ کے بھائی حافظ عنایت احمد صاحب اور صاحبزادہ مولوی اسماعیل صاحب مدفون ہیں۔

بریلی سے [illegible]:-

بریلی کے [illegible] قیام میں بہت ہی جگہوں سے ملازمت کیلئے لوگوں نے کوشش کی [illegible] خدمت میں [illegible] اعلیٰ حضرت قبلہ کے ساتھ [illegible] اعلیٰ حضرت [illegible] ایسا اثر تھا کہ بریلی چھوڑنے کو ہرگز

دل نے گوارا نہ کیا، اگرچہ دوسری جگہ بریلی سے بہت زیادہ تنخواہیں ملتی تھیں [illegible] بھی بریلی کی بہ نسبت تقریباً ایک [illegible] چھوٹا کرنا پڑتا مگر وہاں جانا پسند نہ کیا۔ بلکہ خود اعلیٰ حضرت نے بھی [illegible] لوگوں نے آپ سے بلانے کی درخواست بھی کی تو اجازت نہیں دی۔ اعلیٰ حضرت کی وفات کے بعد کچھ زمانہ گزرنے کے بعد بریلی کو چھوڑنا پڑا۔

بریلی اسکول کی احتیاط:-

۱۳۳۷ھ میں غالباً شوال کا مہینہ تھا اعلیٰ حضرت نے اپنی خاص صحبت میں ذکر فرمایا کہ اگر انتظام ہو سکا تو اسی سال مدینہ طیبہ جانے کا خیال ہے، اس موقع پر میں نے بھی عرض کیا کہ اگر حضور تشریف لے جائیں گے تو میں بھی ہمرکاب [illegible] فرمایا کہ مدینہ طیبہ تشریف لیجانے کے بجائے حاضر ہونا کہنا چاہئے۔ بہرصورت میں نے حرمین طیبین کی حاضری کا عزم کر لیا اور اس وقت اپنی حالت ایسی نہ تھی کہ اتنا بڑا سفر [illegible] مختصر سے مختصر کرنے کا سامان ہوتا، دل میں تشویش و خیال کیا کہ حج و زیارت کیلئے کہاں سے رقم فراہم کی جائے، خود میں ایک غریب آدمی مجھے اتنی بڑی رقم کون قرض دے دے گا [illegible] حالت میں کہ ہندوستان چھوڑ کر حجاز مقدس جا رہا ہوں، غور و خوض کے بعد دل میں یہ فیصلہ ہوا کہ کچھ مخصوص احباب کو خطوط لکھوں اور ان سے بطور قرض ایک ایک رقم طلب کروں، چنانچہ چند احباب کی خدمت میں اس مضمون کے خطوط بھیجے کہ حرمین طیبین کی حاضری کا ارادہ ہے آپ سے اتنی رقم بطور قرض مانگتا ہوں [illegible] تو آپ کی رقم ادا کرنے کی کوشش کروں گا اور اگر نہ ادا کر سکا یا میں ہندوستان واپس نہ آیا تو آپ مجھے یہ رقم معاف کر دیں، جن لوگوں کے پاس میں نے خطوط بھیجے ان میں سے بعض نے [illegible] ہوتے ہی منی آرڈر سے رقم بھیج دی اور بعض نے تحریری اطلاع دی کہ رقم موجود ہے جس وقت آپ جائیں گے فوراً منی آرڈر یا تار سے روانہ کر دی جائے گی [illegible] بڑا اطمینان ہوا اور اپنی غربت میں سفر حجاز کی تیاری میں بہت مسرت ہوئی اعلیٰ حضرت قبلہ کے سفر کا سامان تیار نہ ہو [illegible]

جن احباب نے روپیہ بھیج دیا تھا ان کا روپیہ واپس کر دیا اور جنہوں نے وعدہ کیا تھا ان کو بھی تحریر کر دیا کہ اعلیٰ حضرت نے اس سال سفر ملتوی فرما دیا اس وقت روپیہ بھیجنے کی حاجت نہیں [illegible] کسی موقع پر ضرورت ہوگی آپ کو تکلیف دی جائے گی، اگرچہ اس سال سفر ملتوی کر دیا [illegible] دل میں حاضری کا جذبہ بھڑک اٹھا اور اندرونی طور پر حرمین طیبین کی حاضری کی [illegible] ہو رہی تھی۔

غیب سے سامان سفر:

ایک سال گزرنے کے بعد قدرت کی جانب سے ایسا سامان فراہم ہو گیا کہ میرے پاس خود اتنی رقم ہو گئی جو وہاں کے سفر کیلئے اس زمانے میں مناسب کافی وافی تھی۔ [illegible] بچے [illegible] بیمار ہو گئے [illegible] بچے تو بفضلہ تعالیٰ صحت یاب ہو گئے مگر اہلیہ کی علالت میں کوئی افاقہ نہ ہوا۔ ماہ شوال میں جبکہ بظاہر میں وطن سے بریلی جا رہا تھا اہلیہ سے یہ تذکرہ کیا کہ میرا ارادہ حرمین کی حاضری کا ہے [illegible] کیا مشورہ ہے؟ انہوں نے نہایت خوشی سے مجھ کو جانے کا مشورہ دیا [illegible] میں نے ان سے یہ کہہ دیا تھا کہ جب تک میرا خط نہ آئے کسی پر یہ ظاہر نہ کرنا، وطن سے میں بریلی روانہ ہوا اور اپنے حجاز جانے کی کسی کو [illegible] رکھے۔ بریلی پہنچ کر اعلیٰ حضرت قبلہ سے اجازت طلب کی اجازت عطا ہوئی، حاجی عبد الجبار [illegible] آئے ہوئے تھے وہ بھی میرے ساتھ روانہ ہوئے اور ہم جودھپور پہنچے اور وہاں ایک روز کیلئے قیام کیا وہاں سے حاجی عبد الجبار صاحب نے بمبئی تک ایک آدمی میرے ساتھ کیا اور اس سے کہہ دیا کہ جب تک جہاز پر سوار نہ کرا دینا آپ کے ساتھ رہنا اور خدمت کرنا۔ بمبئی پہنچا اور شیخ امام علی آنس کریم والے جو میرے پیر بھائی تھے اور اعظم گڑھ ضلع کے رہنے والے تھے، ان سے بہت زیادہ تعلقات تھے انہیں کے ہوٹل میں جا کر اترا، مگر وہ اتفاق سے موجود نہ تھے وطن آئے ہوئے

تھے ان کے اور [illegible] نے مجھے اپنا مہمان بنانا چاہا مگر میں نے صرف ایک روز کی مہمانی قبول کی، بجے پورے [illegible] میرے ساتھ تھے وہ میرے کھانے پینے کا انتظام کرتے تھے وہی کھانا پکایا کرتے تھے۔

بہار شریعت حصہ ششم کی تبییض:-

چونکہ ہم جہاز کی روانگی معلوم کئے بغیر بمبئی پہنچ گئے تھے، وہاں معلوم ہوا کہ ابھی جہاز کی روانگی میں [illegible] کا فرق ہے۔ اسی وقت کے اندر بہار شریعت جلد ششم جس کا مسودہ ہو چکا تھا۔ میں نے مبیضہ کرنا شروع کیا اور بفضلہ تعالیٰ اس کا مبیضہ تیار ہو گیا۔

شاگرد ورفیق سفر:-

بمبئی میں میرے چند برادران طریقت موجود تھے، ان سے پاسپورٹ اور ٹکٹ [illegible] کیلئے کہہ دیا [illegible] ضروریات انہیں کے سپرد تھیں [illegible] ان صاحبوں نے خریدا۔ اتفاقاً مولوی عبد الکریم صاحب چتوڑی جو میرے شاگرد تھے، وہ بھی حج کو جانے والے تھے مع اپنی اہلیہ کے بمبئی پہنچے [illegible] اور حجاز مقدس جانے کی اطلاع [illegible] وطن کے پندرہ سولہ آدمی ان کے ہمراہ ہیں، ہم سب نے اکبر جہاز کا ٹکٹ لیا، کہ وہی سب سے پہلے جانے والا تھا اور سنا گیا کہ جہاز بھی اچھا ہے، ہمارا تمام سامان سفر حج کو جہاز پر بار کر دیا گیا اور ہمارے احباب نے [illegible] لوگوں نے دو جگہیں حاصل کر لی تھیں ایک [illegible] معلوم ہوا اوپر کے درجے میں آ جاؤں اور اگر سردی لگے نیچے کے درجے میں چلا جاؤں۔ لیموں اور قسم قسم کے میوے اور پان کا ایک ٹوکرا اور بہت سی چیزیں بمبئی کے احباب نے اپنی جانب سے میرے ساتھ کر دی تھیں۔

غالباً آٹھ نو بجے صبح کو ہم جہاز پر سوار ہوئے اور چار بجے تک وہ جہاز گودی میں کھڑا رہا اس کے بعد روانہ ہوا۔ جہاز کے روانہ ہونے کے بعد بمبئی کے جو احباب ملنے آئے تھے وہ

بلند ہوئے۔ تھوڑی دور جہاز چلا تھا بمبئی کی عمارتیں ابھی نظر آ رہی تھیں کہ جہاز میں تلاطم کی کیفیت نمایاں ہوگئی۔

سفر دریا کے پریشان کن تجربات:۔

پہلے تو معلوم ہوا کہ جہاز ایک عجیب عالم میں چلا جا رہا ہے پھر یہ معلوم ہوا کہ بہت اونچا چڑھتا ہوا اوپر کو جا رہا ہے۔ اس کے بعد جہاز نے کروٹیں بدلنی شروع کر دیں، تو ادھر کی چیزیں ادھر اور ادھر کی چیزیں ادھر آنے جانے لگیں، مسافروں کو چکر آنے شروع ہو گئے۔ میں بھی [illegible] کیفیت میں مبتلا ہوا، چکر [illegible] آئی اٹھنے بیٹھنے کی تاب باقی نہ تھی۔ [illegible] جہاز میں [illegible] سب کی یہی حالت [illegible] کیفیت تھی تو کون کس کی خبر لے؟ غرض یہ کہ اس ہجوم میں جہاں اتنا اژدحام تھا کوئی کسی کی [illegible] نظر نہیں آتا تھا۔ کھڑے ہونے کی تو کیا مجال بیٹھنے کی ہمت بھی اپنے میں نظر نہیں آتی تھی [illegible] تھا۔

دو رکعت نماز پڑھنی بھی دو بھر:۔

عشاء کی نماز کیلئے تیمم کیا اور یہ چاہا کہ بیٹھ کر اس نماز کو ادا کروں۔ نماز شروع کی [illegible] کی طرح جلد از جلد تشہد پڑھ کر سلام پھیر دوں، کیونکہ چکر اور متلی کا بہت زیادہ غلبہ تھا مگر تشہد پورا نہ کر سکا کہ قے ہوگئی اور بیٹھنے کی تاب نہ رہی لیٹ گیا، اس نماز کے فاسد ہونے کا [illegible] موقع ملے گا اور کس طرح پڑھی جائے گی۔ تھوڑی دیر اس کا انتظار کیا کہ کچھ چکر کم ہو تا کہ نماز ادا کی جائے مگر وہی کیفیت دیکھی جو پہلے تھی، تیمم کیا اور لیٹ کر اشارے سے نماز ادا کی اس کے بعد مسلسل کئی وقت تک لیٹ کر ہی نماز پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ جوں جوں جہاز آگے بڑھتا جاتا

یہ طغیانی شدید تر ہوتی جاتی ہے اب جس سے ہمارے جہاز کو روانہ ہوئے پانچواں دن ہے طغیانی میں کوئی کمی نہیں ہوئی مگر جب تکلیف بہت ہو جاتی ہے تو اس کا اثر کم محسوس ہونے لگتا ہے آج دیکھا جا رہا ہے کہ جہاز میں کچھ لوگ چلتے پھرتے نظر آئے اور بعض کھانے پینے کا بھی کچھ انتظام کر رہے ہیں، ہمارے ساتھ جو پھل رکھے ہوئے تھے اسی طرح پڑے ہوئے تھے، ابھی ہمت نہ تھی کہ سنگترہ وغیرہ کوئی چیز کھائی جائے کہ چکر، قے متلی بھی اس سے کم ہو گئی اور [illegible] بھی اس سے فرق آ گیا۔ [illegible] رات آئی غالباً آدھی رات ہوئی ہوگی کہ طغیانی کا یہ عالم تھا کہ سب لوگ زندگی سے مایوس ہو گئے تھے۔ کوئی اذان دے رہا ہے کوئی کلمہ، ہر ایک شخص اپنے خیال میں جو اس کے بچنے کی تدبیر تھی کر رہا ہے، کہیں کہرام مچا ہوا ہے کوئی رو رہا ہے چلا رہا ہے، کوئی غوث پاک کو پکار رہا ہے اور ان سے مدد مانگ رہا ہے۔ غرض یہ کہ جہاز والوں کی عجیب کیفیت تھی ہر ایک شخص یہ سمجھ رہا تھا کہ ہماری زندگی کا یہ آخری لمحہ ہے، کہ اتنے میں ایک بڑے زور کا دھماکہ ہوا جیسے معلوم ہوا کہ کسی نے جہاز پر گولہ باری کر دی ہو اور ساری فضا میں دیکھا گیا کہ چنگاریاں اڑ رہی ہیں، کوئی کہتا ہے جرمن نے گولہ مارا ہے کوئی کہہ رہا ہے کہ ایلڈن نے حملہ کیا تھا جو کچھ زندگی کی رہی سہی امید تھی وہ بھی ختم ہوگئی، جہاز میں ایک شور ہے پتہ نہیں چلتا کہ آخر معاملہ کیا ہے اور اس دھماکے کی حقیقت کیا ہے؟ جہاز کے اگلے حصہ میں جو اندر مسافر تھے ان کو کوشش کر کے جلد از جلد نکالا جا رہا ہے اور جہاں تک ممکن ہو سکا ان کا سامان بھی نکال کر [illegible] معلوم ہوا کہ جہاز میں آگ لگ گئی، آگ بجھانے کیلئے یہ پانی چھوڑا گیا ہے خدا خدا کر کے کسی طرح وہ رات ختم ہوئی اور صبح ہوئی اور اب طغیانی کی حالت میں بھی کچھ کمی محسوس ہوئی بلکہ بہت کمی معلوم ہوئی۔ چل پھر کر دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ نہ ایلڈن نے گولہ باری کی ہے نہ کسی اور نے جہاز پر گولہ باری کی ہے، بلکہ واقعہ یہ پیش آیا کہ جہاز کے اندر جو خزانہ تھا اس میں آگ لگ گئی اور اندر ہی اندر سلگ کر دھواں بڑھا اس نے اتنا زور کیا کہ خزانہ پھٹ گیا اور فضا میں چنگاریاں بلند

ہو گئیں اور بچے ... کی جانیں خطرے میں پڑ گئیں، بلکہ بہت سے ہلاک ہو گئے
ہو گئے ... جن کا ہاتھ پاؤں اور دیگر حصے جسم بہت زیادہ جل
گیا تھا۔ ان میں سے کئی ایک فوت ہو گئے۔ جب جہاز میں طغیانی کے آثار کم نظر آنے لگے تو
... اطمینان حاصل ہوا اور سمجھے کہ مصیبت عظمیٰ سے نجات ملی۔

بمبئی کو واپسی:۔

خدا جانے آدھا راستہ طے ہو چکا ہو گا کہ راستے میں بعض حجاج بولے کہ یہ کیا بات
ہے کہ جہاز ادھر ہی کو جا رہا ہے جدھر سے آیا تھا، یعنی معلوم ہوتا ہے کہ جہاز بمبئی کو جا رہا ہے
دوسروں نے انکار کیا، آپس میں ہی بحث ہو رہی ہے کوئی کہتا ہے جدہ جا رہا ہے اور کوئی بمبئی۔
اب ... ایک نیا اضطراب ... کہ اگر خدانخواستہ بمبئی واپس گیا تو ہم لوگ حج سے بھی محروم
... جہاز کے خلاصیوں سے پوچھا گیا تو انہوں نے گول مول جواب دیا، کسی نے کہا بمبئی اور
کسی نے جدہ۔ کپتان سے دریافت کیا گیا تو اس نے بتایا کہ جہاز کے کوئلہ میں آگ لگ
گئی اور ہمارے پاس کوئلہ ... [illegible] ... تک پہنچنے کے ... کوئلہ باقی نہیں ہے اور جہاز
[illegible]

ایک نیا اضطراب:۔

[illegible]

کب پہنچا جائے گا؟
اب بڑی فکر اس بات کی ہے کہ جدہ جانے کیلئے جہاز کب ملے گا وہاں
معلوم نہیں کہ حج ملے گا کہ نہ ملے اس زمانے میں جہازوں پر گورنمنٹ کا کنٹرول نہ تھا کمپنیاں
بطور خود روانہ کرتیں، خیر بمبئی میں ہم مقیم ہیں جہاز کے متعلق اور خبریں منگوا رہے ہیں اور یہ
کوشش ہے کہ کوئی دوسرا جہاز مل جائے تو اس سے سفر کیا جائے، معلوم ہوا کہ اس جہاز کے
مسافروں کو یہی جہاز مرمت ہو جانے کے بعد لے جائے گا۔ ان لوگوں کو دوسرا جہاز نہیں دیا
جائے گا۔ یہ چیز عموماً مسافروں کیلئے بہت باعث تشویش تھی، جہاز سے اترنے کے بعد فوراً میں
نے ایک خط اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر کیا جس میں مختصر طور پر بمبئی سے روانہ ہو کر ایک
ہفتہ کے بعد واپس آنے کا اور قدرے پریشانیوں کا تذکرہ کیا۔

اعلیٰ حضرت کی تسکین:۔

فوراً اعلیٰ حضرت نے تسکین بخش جواب روانہ فرمایا۔ دوبارہ جہاز پر سوار ہونے
سے قبل مجھے وصول ہو گیا تھا، غرض یہ کہ ایک ہفتہ میں جہاز مرمت ہو کر اس قابل ہوا کہ اب
پھر اسے کام میں لایا جا سکے۔ مسافروں کو سوار ہونے کیلئے وقت مقرر کر دیا گیا۔ حقیقت یہ
ہے کہ جذبہ شوق ہی وہ چیز تھی کہ ایسے حالات میں کہ جن آنکھوں سے سمندر کی حالت دیکھا ہے
تھے، پھر اسی جہاز پر سوار ہونے کے لئے آمادہ کیا۔ میں نے یہ سنا کہ پہلے ستر و ہو
حجاج تھے اور اب دوبارہ صرف گیارہ سو رہ گئے، شاید کچھ تو کام آئے اور بہتوں کو سمندر کی
حالت دیکھ کر سفر کی ہمت نہ پڑی اور وہ لوگ وطن کو واپس ہو گئے۔ اس مرتبہ عصر کے وقت
جہاز پر سوار ہوئے اور سنا یہ کہ جہاز رات میں روانہ ہو گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

تن بہ تقدیر یا جذبہ شوق:۔

پہلی مرتبہ سوار ہوا تو اس وقت حجاج میں جو ولولہ اور جوش نظر آتا تھا وہ اب مفقود تھا
گویا جا رہے ہیں مگر بظاہر اس منظر سابق کو دیکھ کر اپنی زندگیوں سے ناامید ہو رہے ہیں اور یہ
سوچ رہے ہیں جو قدم راہ محبوب میں اٹھایا گیا اسے واپس نہیں کرنا چاہیے، اب تو جو کچھ ہونا
ہے ضرور ہو گا مرنا تو ایک دن ضروری ہے کیا اچھا ہے کہ اس کی راہ میں موت آئے۔ سواری

عبدالکریم صاحب [illegible] کے بعض رفقاء نے بھی یہی ارادہ کیا تھا کہ وطن واپس ہو جائیں بہت بار سمجھانا پڑا اور سمجھانے کے بعد اپنے اس ارادے سے باز آئے۔

سمندر نے سینہ کھول دیا:۔

صبح کو آنکھ کھلی تو دیکھا کہ جہاز سمندر کی سطح پر تیرتا ہوا نہایت سبک روی کے ساتھ جا رہا ہے جوں جوں جہاز آگے بڑھ رہا ہے سمندر کی سطح دیدہ زیب و دلفریب ہوتی جا رہی ہے عجیب کشش اپنے اندر رکھتی ہے، حجاج نیچے سے اوپر آتے ہیں اور سمندر کی سیر و تفریح میں مشغول ہیں، رنگ برنگ کا پانی اور طرح طرح کی مچھلیاں نظر آ رہی ہیں اور بڑے لطف کے ساتھ یہ سفر طے ہو رہا ہے۔ مولوی عبدالکریم صاحب اور ان کے رفقاء اور دیگر حجاج جن سے کچھ شناسائی ہو چکی ہے آتے ہیں اور ان سے گفتگو بھی ہوتی ہے علمی مسائل کے تذکرے ہیں جس کو جس مسئلے کی ضرورت ہے آتا ہے اور پوچھتا ہے یہاں تک کہ ہمارا یہ جہاز عدن آگیا۔

عدن ساحل پر زندگی کی چہل پہل:۔

عدن کی حالت بعینہ حجاج جو دیکھتے ہیں یہی اس وقت بھی تھی مانگنے والے لڑکے سمندر کی سطحوں پر حجاج سے سوال کر رہے ہیں اور چھوٹی چھوٹی چاندی کی دونیاں [illegible] سمندر میں پھینکتے ہیں پھر وہ نکال کر حاجیوں کو دکھاتے ہیں اور اپنے پاس رکھ لیتے ہیں کھجور وغیرہ اور بہت سی چیزیں کشتیوں میں بیچنے کیلئے لوگ لائے ہوئے ہیں مچھلی بھی بک رہی ہے پوری طرح سے حجاج خریداری میں مشغول ہیں اور تفریح کے ساتھ یہ وقت گزر رہا ہے۔ اب تک جہاز میں [illegible] صبح تھی مگر عدن میں کئی سو حجاج یمن کے اس پر سوار ہونے جس سے وہ وسعت باقی نہ رہی اور جگہ تنگ نظر آنے لگی۔ میرے قریب بھی چند یمنی آ کر بیٹھ گئے۔ ان میں بعض اہل علم اور کچھ طالب علم بھی تھے۔

ایک یمنی طالب علم:۔

ان میں ایک طالب علم کچھ منطق پڑھ رہا تھا جس کے دماغ میں منطق نے کچھ خلل پیدا کر دیا تھا مجھ سے آ کر الجھنے لگا اور منطق کی چھوٹی چھوٹی باتیں دریافت کرنے لگا اور وہ

مجھ سے اس طرح پر کہ ایک سوال کا ابھی پورے طور پر میں نے جواب بھی نہیں دیا ہے کہ اس نے دوسرا سوال کر دیا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ شاید اس نے سمجھ لیا تھا کہ ہندوستان والے ابھی یمن کی طرح سے منطق سے ناواقف ہوتے ہیں، جب میں نے اس کی یہ حرکت بہت دیر تک دیکھی اور میں نے یہ خیال کیا کہ ہم حج کو جا رہے ہیں ہمیں کسی سے الجھنا نہیں چاہیے اور اس کو یہ دیکھا کہ وہ کسی طرح باز نہیں آتا تو مجبوراً گفتگو کا رخ میں نے بدلا اور میں نے صرف ایک ہی بات دریافت کی وہ یہ کہ تم بتاؤ کہ کلی طبعی کا وجود خارج میں ہے یا نہیں؟ جواب وہ اس کے اوپر [illegible] جب میں نے یہ سوال کیا تو اسے پسینہ آنے لگا اور اس کے ساتھ والوں نے اس کو بہت ستایا کہ ہم پہلے سے تجھ کو منع کر رہے تھے نہیں مانا اب کر جواب۔ ستانے لگے مزا آنے لگا۔ اس کے بعد وہ خاموش ہو گیا اور ان لوگوں سے ادھر ادھر کی پر لطف باتیں ہوتی رہیں یہاں تک کہ جہاز قریب جدے کے پہنچا چونکہ وقت کی تنگی کی وجہ سے کامران میں قرنطینہ نہیں ہوا تھا اور ہم لوگوں نے یہ تصور کیا تھا کہ ہم قرنطینہ سے بچ گئے مگر بچ نہ سکے اور جدے سے قریب ایک جزیرہ ہے، وہیں تمام حجاج کو اترنا پڑا اور وہاں ایک شب گزار کر جدہ آنا ہوا۔

معلم کا انتخاب:۔

بمبئی سے جہاز میں ہمارے ساتھ معلم کے ایک ایجنٹ تھے جنہوں نے بہت ہی خوش اخلاقی سے مجھ کو اور میرے تمام رفقاء کو اپنا گرویدہ بنا لیا تھا اور یہ کہ ہم ایجنٹ ہیں آپ جدے میں اترتے وقت ان کا نام لیجئے ان کا نام مصطفیٰ تھا اور حقیقۃً یہ بہت اچھے شخص تھے۔ انہوں نے تمام سفر میں آرام پہنچانے کی بہت کوشش کی جدے میں معلم کا ایک وکیل تھا ہمارے معلم کا وکیل ایک شخص الہ آباد کا رہنے والا جس کا نام عبدالرحمن تھا اس نے ایک مکان میں ہم تمام لوگوں کو ٹھہرایا۔

جدہ میں پانی کی دقت:۔

اس زمانے میں جدے میں جس چیز کی ہمیں بہت زیادہ تکلیف محسوس ہوئی وہ پانی تھا۔ جدہ میں [illegible] ٹین میں پانی لے کر بیچنے آتی تھیں جو ہوتا اس میں ہاتھ ڈال کر ایک چلو پانی

[illegible] … سے اس طرح … [illegible]
طبیعت کو اس سے ناگواری محسوس ہوئی، مگر کیا کیا جائے بات اپنے اختیار کی نہیں تھی۔ [illegible] بہت چھوٹے چھوٹے حوض بنے ہوئے تھے جن میں نہایت مختصر سا پانی تھا … طور پر تو وہ حوض اتنے بڑے نہ تھے کہ ان کو دہ در دہ کہا جائے اور اس میں وضو کرنا جائز ہو۔ بعض لوگوں کو ان حوضوں کی نالیوں پر طہارت کرتے ہوئے دیکھ کر ان حوضوں سے کراہت پیدا ہوگی۔ … اس پانی سے وضو کر لیتا … [illegible] اطمینان کے قابل پانی ملتا تو وضو کرتے۔

ایک عجیب حادثہ:-

ایک روز ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا میں اور مولوی عبدالکریم صاحب بعض [illegible] لوگوں میں … سمندر کے کنارے غسل کر آئیں … کنارے پر پہنچے تو میری کمر میں ہمیانی بندھی ہوئی تھی جس میں اشرفیاں … کے قریب تقریباً سات سو کے تھے۔ ہمیانی کھول کر وہیں کنارے پر ایک موٹی سی لکڑی پڑی ہوئی تھی اس پر رکھ دی اور خود سمندر میں نہانے کیلئے گھس گیا، ہم سب نہا کر فارغ ہوئے تیز تیز چل کر وہاں سے قیام گاہ کو روانہ ہوگئے۔ جب یہاں پہنچے تو بہت دیر کے بعد کمر پر جب ہاتھ پڑا تو معلوم ہوا کہ ہمیانی تو نہیں ہے۔ اس وقت دل پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوئی کہ میرا سارا سرمایہ وہی تھا اب میں مکہ معظمہ کس طرح پہنچ سکوں گا اور حج کیونکر ادا کرونگا؟ خیر اگر ہمت کر کے یہاں سے پیدل … مکہ معظمہ پہنچ … [illegible] … ایک اہم مقصود کہ مدینہ منورہ کی حاضری ہے کیونکر پورا کر سکوں گا؟ مولوی عبدالکریم میرے پاس ہی تھے ان سے میں نے … کہا کہ میری ہمیانی غائب ہوگئی اور میں نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ مولوی صاحب نے پوچھا کہ کیا ہوئی کہاں غائب ہوئی؟ میں نے ان کو بتایا کہ نہانے گیا تھا وہیں لکڑی پر چھوڑ کر چلا آیا، سمندر کے کنارے، وہاں آدمیوں کا ایک ہجوم ہے حجاج اور بدو اور طرح طرح کے لوگ وہاں تھے، ملنے کی کوئی صورت اب باقی

نہیں ہے مگر چلنا چاہیے اگر مقدر میں ہوئی تو مل جائے گی ہم دونوں نے کھانا بھی نہیں کھایا، ساتھ والے کہتے رہے ان سے کہہ دیا کہ تم کھاؤ ہم ابھی آتے ہیں … سمندر کے کنارے پہنچے دیکھا کہ اب بھی سمندر کے کنارے کافی ہجوم ہے مگر میری ہمیانی جس جگہ تھی … وہیں پڑی ہوئی نظر آئی … اللہ کا شکر ادا کیا کہ … [illegible] … نہ رہتا۔

ذی الحجہ کا چاند اسی روز دیکھا جا چکا تھا جب جہاز جدہ کے کنارے … جزیرہ میں ٹھہرا تھا گویا ہم ذی الحجہ کی پہلی تاریخ کو … پہنچ گئے … انتظار … ہیں کہ اونٹ آئیں اور ہم مکہ معظمہ روانہ ہوں، شریف حسین کی حکومت … ان کے پورے طور پر مطیع نہیں ہیں، اونٹوں کو فراہم کرنے میں حکومت کو دشواری پیش آرہی ہے۔ ادھر حج کا وقت قریب ہوتا جا رہا ہے اور حجاج کی پریشانی بڑھتی جا رہی ہے۔ ہم سب لوگوں نے یہ چاہا کہ جدہ سے مکہ مکرمہ بہت زیادہ … نہیں ہے، ہم لوگ … دن کا راستہ طے کر لیں، پیدل جانے کے ارادے سے … دیکھا کہ حکومت کے آدمی دروازے سے باہر جانے کو روک رہے ہیں … کو روکنا اس وجہ سے تھا حکومت کی بدنامی ہوگی … حکومت کا نقصان ہوگا … باتیں تھیں، اونٹوں کے انتظام میں بہت تاخیر ہوئی، یہاں تک کہ … ہم سب نے قران کا احرام باندھا تھا عمرہ کے ادا کرنے کا موقع … وقوف عرفہ فوت ہو جاتا اور ہمیں حج نہ ملتا، مکہ معظمہ میں رکے ہوئے بغیر … سے وقوف کے بعد مزدلفہ کے بجائے منیٰ ہی آ کر قیام کیا، اس تاخیر کا لازمی نتیجہ … کے آداب اور سنن میں بہت سی چیزوں کو چھوڑنا پڑا۔ خیر اللہ کا شکر ہے اور اس کا فضل و کرم ہے کہ حج مل گیا ورنہ ایک سال تک مکہ معظمہ ٹھہرنا پڑتا اور طرح طرح کی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا۔

لو کی شدت:-

ایک واقعہ اس موقع پر قابل ذکر ہے کہ جب حجاج کا یہ پچھلا قافلہ جدہ سے روانہ ہوا تو اس کا خطرہ تو تھا۔ مسلسل جو رات تک جانا تھا اتفاق سے اس روز دھوپ میں نہایت درجہ کی شدت تھی اور ہوا میں ایک قسم کی سمیت پیدا ہو گئی تھی بہت سے ترکیوں کو خود میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ راستہ چلتے چلتے وہ چکر کھا کر گر پڑے اور فوراً مر گئے، بلکہ بعض واقعے اونٹ پر سوار ہونے والے حجاج کے پیش آئے میرے اونٹ کے برابر ہی دو عورتیں تھیں جو پیدل چلی [illegible] ایک کے بعد دیگرے اونٹ ہی پر انہیں چکر آیا اور وہیں ختم ہو گئیں کتنے حاجیوں کو اس طرح مرا ہوا پڑا دیکھا خود یہ ہمت نہ ہوئی کہ اونٹ سے اتر کر چھو کر دیکھیں کہ وہ اتار کر بھی کیا سکتے تھے؟ جبکہ خود ہی اپنی جان کا قوی اندیشہ تھا۔

منیٰ کا مختصر قیام:-

منیٰ میں تین دن رمی جمار کی اور شب کے وقت میں اور مولوی عبد الکریم صاحب اور چند دیگر احباب مکہ معظمہ آئے جہاں آ کر طواف فاضلہ کیا پھر وہاں سے منیٰ رات ہی میں واپس روانہ ہو گئے بارہویں تاریخ کو رمی جمار کر کے دوسرے حجاج کے ساتھ مکہ معظمہ واپس ہو گئے، کیونکہ بہت زمانے سے یہی دستور ہو گیا ہے کہ حجاج بارہویں ہی کو واپس آ جاتے ہیں تیرہویں کو رمی نہیں کرتے۔ ایسی صورت میں اگر دو چار آدمی وہاں رہنا بھی چاہیں تو ان کے لئے دشواریاں اور خطرے ہیں۔

مکہ کے عمرے:-

مکہ معظمہ کے دوران قیام میں بہت سے عمرے کئے، چاندنی راتیں تھیں رات ہی میں تنعیم جاتا وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ کر نماز فجر کے وقت مسجد حرام شریف میں واپس آ جاتا۔ نماز فجر ادا کرنے کے بعد عمرہ کے ارکان ادا کر کے احرام سے فراغت حاصل کرتا۔ دوران قیام میں مکہ معظمہ کے علماء کی خدمت میں حاضری کا بھی اتفاق ہوا ان کی صحبتیں بہت پر لطف تھیں۔

مولانا احمد شمس الدین مدنی:-

مولانا احمد شمس الدین مدنی جو مدینہ طیبہ میں سکونت پذیر تھے حج کیلئے مکہ معظمہ آئے ہوئے تھے۔ باب السلام کے قریب اقامت پذیر تھے ان کی خدمت میں حاضر ہوا بڑے مقدس بزرگ تھے چہرہ ان کا کپڑے سے چھپا ہوا صرف آنکھیں کھلی رہتیں نہایت خوش اخلاق بزرگ تھے۔ ان کی خدمت میں جو کوئی حاضر ہوتا ضرور کچھ کھانے کو پیش کرتے، عموماً مدینہ طیبہ کی اعلیٰ قسم کی کھجوریں جو ان کے ساتھ تھیں پیش فرماتے تھے۔ انہوں نے مجھے جب یہ دیکھا کہ اسے علم سے کچھ تعلق ہے اور ان کو یہ بھی معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت کے خدام میں سے ہے تو بہت زیادہ احترام کرتے، یہ بزرگ کہا جاتا تھا کہ بدویوں [illegible] ان کی نسبت یہ بھی معلوم ہوا کہ صرف ایک بکری کے دودھ پر اکتفا کرتے ہیں حج کو آتے ہیں تو اپنی بکری بھی ساتھ لاتے ہیں، پر خطر زمانے میں بھی پر خطر مقامات میں ان کیلئے کوئی خطرہ نہیں ان کو اور ان کے رفقاء کو نہایت آرام کے ساتھ بدو منزل پر پہنچایا کرتے تھے۔

علمائے حرم میں اعلیٰ حضرت کا چرچا:-

اور بھی بہت سے علماء مولانا عابد مولانا عبد اللہ مرداد وغیرھم سے ملاقاتیں ہوتی رہیں اور کبھی کبھی کچھ علمی تذکرے بھی رہے جو سنتا کہ اس کو اعلیٰ حضرت سے تعلق ہے نہایت عزت واحترام کرتا۔ مولانا عبد اللہ سراج جو قاضی القضاۃ تھے اور شریف حسین صاحب کے یہاں سب سے بڑا مرتبہ انہیں کا تھا، یہ مولانا کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے اور شریف صاحب کو سیدنا کہا جاتا تھا۔ ان کی خدمت میں بھی کئی مرتبہ جانا ہوا۔ پہلی مرتبہ حمیدیہ جو وہاں کا دار الحکومت تھا وہاں پہنچا اور مولانا کی خدمت میں اطلاع بھیجی کہ ایک ہندی شخص جو فلاں جگہ کا رہنے والا ہے آپ سے ملنے کی خواہش کرتا ہے۔ خادم نے دروازے پر کرسی رکھ دی اس پر بیٹھا رہا کچھ دیر کے بعد اندر بلا لیا گیا۔ مولانا عبد اللہ سراج ایک اچھے قابل عالم تھے بظاہر بڑے سیاستدان بھی معلوم ہوتے تھے۔ اخلاق نہایت پاکیزہ تھا۔ یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ متبع شرع ہیں۔ مکہ معظمہ میں وہ ایک خاندانی عالم تھے۔ حضرت مولانا

مولانا محمد مراد عبداللہ مراد کے فرزند تھے ان سے مل کر طبیعت بہت خوش ہوئی - جب میں نے اعلیٰ حضرت قبلہ کا نام ان کے سامنے لیا اور اپنا تعلق بیان کیا تو وہ بہت زیادہ مسرور ہوئے کیونکہ وہ اعلیٰ حضرت سے غائبانہ نہایت درجہ محبت رکھتے تھے انہوں نے فرمایا کہ جس سال اعلیٰ حضرت شیخ الاسلام مولانا احمد رضا خان یہاں تشریف لائے تھے میں موجود تھا اس زمانہ میں کتب خانہ میں تھا مگر میں ان کے فضل و کمال سے واقف ہوں، ان کی بعض تصانیف بھی میں نے دیکھی ہیں لیکن اسی وجہ سے میں ان کی قابلیت کا معترف ہوں اور مکہ معظمہ کے بڑے بڑے علماء مولانا شیخ صالح کمال مفتی حنفیہ اور حضرت مولانا شیخ سید اسماعیل خلیل وغیرہ سے ان کی تعریف سنا کرتا ہوں۔

ایک دن یہ واقعہ پیش آتا ہے کہ نماز مغرب کے بعد ہم لوگ حرم شریف میں حاضر تھے اس دن نماز مغرب مولانا عبداللہ مرداد نے پڑھائی تھی۔

ایک پاگل وہابی:-

ایک وہابی پاگل وہابی لعنہ اللہ سے چلانے لگا کہ مولانا خلیل احمد صاحب جو انبیٹھوی مکہ آئے ہوئے ہیں وہ سب سے بڑے عالم یہاں موجود ہیں ان کی موجودگی میں عرب امام نماز پڑھاتا ہے، ان بے ہودہ الفاظ کو اس نے بار بار کہا - عربوں نے تو اس کی بات سمجھی نہیں ورنہ وہ اس کو وہیں ٹھیک کر دیتے - کچھ ہندوستانیوں کو اس کے یہ الفاظ برے معلوم ہوئے کسی نے مولانا عبداللہ مرداد سے بھی کہا کہ اس کے بے ہودہ الفاظ نقل کیے، انہیں اتنا تعجب ہوا مجھ سے اس پوچھنے لگے کہ کیا اس نے ایسا کہا میں نے کہا اس نے ضرور کہا ہے مولانا نے فرمایا یہ اہل عرب کی عزت کی گئی ہے مولانا عبداللہ مرداد کو غصہ آیا ایک پولیس نے شاید حکم دیا اس کو گرفتار کر کے جیل خانہ میں لے گیا، دوسرے دن یہ سننے میں آیا کہ وہ شخص پاگل تھا یا پاگل بن گیا تھا اس لئے حکام نے اس کی ایسی حالت دیکھ کر چھوڑ دینا ہی مناسب سمجھا۔

مقام ولادت نبوی کے انوار:-

حج سے فارغ ہونے کے بعد مکہ معظمہ کے مقامات متبرکہ کی زیارت کی، سب کو دیکھا وہ جگہ جہاں ولادت شریف ہوئی ہے، اس کی زیارت میں عجیب و غریب کیفیت پیدا ہوئی ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ انوار کی بارش ہو رہی ہے دل و دماغ پر انوار اتر رہے ہیں - جو کیف یہاں حاصل ہوا اتنا دوسری جگہ محسوس نہیں ہوا - یہاں کی زیارتوں سے فارغ ہونے کے بعد مدینہ طیبہ کی روانگی کا وقت آیا - آخر میں مکہ معظمہ سے جدہ اور جدہ سے مدینہ طیبہ کو روانہ ہوا - کئی منزلیں اسی راستے پر چلنا ہوا جو مشہور و معروف ہیں - اس کے بعد سننے میں آیا کہ راستہ نہایت مخدوش ہے اگر سلطانی راستہ پر قافلہ جائے گا تو لوٹ لیا جائے گا -

راستے کی صعوبتیں:-

بلکہ ایک جگہ بدوؤں نے قافلہ کو گھیرا ایک یا دو مجیدی فی حاجی دے کر معاملہ طے کیا گیا - اس کے بعد پھر ایک جگہ بڑی دشواریاں نظر آئیں - اور قافلے کے بدوؤں نے غار کے راستے سے جانا طے کیا یہ راستہ بہت دشوار گذار اور سخت ہے - شکری اور شغدف تمام حجاج نے یہیں پیچھے چھوڑ دیے اور اونٹ کی پیٹھ پر اپنا ضروری سامان لاد دیا - اس پہاڑی راستے کو سب نے پیدل طے کیا - بعد نماز مغرب پہاڑ کے نیچے سے روانگی ہوئی اور صبح کو قریب آفتاب طلوع ہونے کے بعد اوپر پہنچے گویا ساری رات اس پہاڑ کی کھوہ میں گذری آدمیوں کیلئے تو ہو سکتا ہے چند گھنٹوں میں اس راستے کو طے کر لیتے مگر اونٹوں کیلئے یہ کسی طرح ممکن نہ تھا، بہت سنبھال سنبھال کر نہایت ہوشیاری کے ساتھ بدو اونٹوں کو پہنچا رہے تھے، بہت سی جگہ یہ خطرہ محسوس ہوتا تھا کہ اونٹ اس جگہ کو عبور نہ کر سکیں اور ہلاک ہو جائیں گے مگر خدا خدا کر کے پورا قافلہ اور اونٹ اس پہاڑ کو طے کر گئے - نماز فجر پڑھنے کے بعد چند دور اور چل کر منزل کر دی گئی - اور اب تک تو جہاں جہاں منزلیں کرنی پڑی تھیں اپنے شغدف کے سائے میں وقت گزار لیا جاتا تھا، مگر آج بالکل میدان ہے نہ درخت ہے جس کے سائے میں پناہ لی جائے نہ شغدف ہی ہے کہ اس کو کھڑا کر کے اس کے اندر بیٹھ لیا جائے سخت تکلیف میں پورا

[illegible] اب قافلہ روانہ ہوا تو حاجیوں کو دونوں کی [illegible]
[illegible] آگے پیچھے بیٹھے ہوئے راستہ طے کر رہے ہیں اور غار کی وہ رات [illegible]
[illegible] آرام ملا نہ نیند آئی۔ اب یہ رات [illegible] بہت
[illegible] ہیں اور اندیشہ ہو رہا ہے کہ کہیں
[illegible] اونٹ سے اتر کر پیدل چلیں۔ [illegible]
[illegible] ایک شب ایسی آئی کہ راستے میں آدمیوں کے [illegible]
[illegible] کہ ان میں انسان کا چلنا بھی دشوار
اونٹ کے پاؤں میں آگئے۔

اونٹ کے چلنے میں ہر قدم پر یہ اندیشہ تھا کہ اگر اسے ٹھوکر لگی اور گرا تو وہ [illegible] کی جان کا بچنا بھی ان پتھروں میں بچنا دشوار ہوگا مگر مشہور ہے کہ اونٹ کے پاؤں میں آنکھ ہوتی ہے [illegible] کے ساتھ بڑی خوبی سے اونٹوں نے اس راستے کو طے کیا صرف بعض جگہ کسی جگہ معمولی سی ٹھوکر لگی ورنہ سارا راستہ امن کے ساتھ گزرا۔

مولوی عبدالکریم چتوڑی:۔

مولوی عبدالکریم صاحب چتوڑی اور ان کی اہلیہ نے بہت ہی زیادہ آرام پہنچایا۔ اللہ تعالیٰ دونوں کو اس کا اجر عطا فرمائے اور جوار رحمت میں جگہ دے آمین۔ [illegible] آگئیں مگر وہ میرے وضو کیلئے کہیں نہ کہیں سے [illegible] موقع نہ دیا کہ مجھے تیمم سے نماز پڑھنی پڑی ہو۔ [illegible] قافلہ [illegible] عصر کی نماز اول وقت میں پڑھ کر اسی وقت قافلہ روانہ ہوتا [illegible] وقت کچھ دیر کیلئے ٹھہر جاتا کہ لوگ جلدی جلدی نماز مغرب ادا [illegible] بھی ہوتا کہ کھانے کا موقع نہیں ملتا اونٹوں ہی پر [illegible] کھا لیا کرتے۔ مولوی عبدالکریم صاحب قافلہ کی روانگی سے قبل بھی پہلے مجھے کھانا کھلا کر اس کے [illegible]

کھانے [illegible]

صبح امید:۔

اب وہ رات آئی جس کی صبح [illegible]
کیف ہے [illegible] ذوق و شوق کا وہ عالم [illegible] قافلہ روانہ ہوا [illegible]
ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا میں دل کی مرجھائی ہوئی کلیاں [illegible]
[illegible]

سبز گنبد کا عکس

صبح صادق کا وقت [illegible]
[illegible]

حاضری کا ادب [illegible] چاہیے۔

حاضری روضہ پاک:۔

[illegible]

نور لو ... کپڑے بدلے اور خوشبو وغیرہ لگا کر دربار بیکس پناہ سرکار دو جہاں مالک کون ومکاں حضور اقدس ﷺ میں حاضر ہوا۔ نہ آنکھ بتا سکتی ہے کہ کیا دیکھا وہ دیکھا کہ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اسکا دیکھنا نصیب کرے اور ہر مومن وہاں کی حاضری سے بہرہ مند ہو۔ آمین!

آنکھیں بند ہیں، ہاتھ اٹھے ہوئے ہیں، دل میں تمناؤں کا ہجوم ہے سراپا سوال بن کر اس دربار عالی میں حاضر ہیں اور ان سے ہر ایک قسم کی عطا کی امید رکھتے ہیں وہ زمانہ شیاطین نجدیہ کا تو تھا نہیں کہ اگر ہاتھ اٹھائے جائیں تو نیچے کردیے جائیں اور ان کے دربار میں کچھ عرض کیا جائے تو مار کر نکالے جائیں، جتنی دیر تک جس نے چاہا درود وسلام پڑھتا رہا اور اپنی التجائیں پیش کرتا رہا۔

علماء مدینہ [illegible]

مدینہ طیبہ کی حاضری کے زمانے میں یہاں کے علماء کی زیارتوں اور ملاقاتوں کا موقع نصیب ہوا۔ مولانا شیخ احمد شمس جن کا تذکرہ اوپر کر چکا ہوں وہ مدینہ طیبہ آچکے ہیں ان کے یہاں بھی گیا، بہت اخلاق سے پیش آئے۔ شیخ الدلائل سید رضوان صاحب کے پاس بھی جانا ہوا اور ان سے مسجد مقدس میں بھی کبھی کبھی نیاز حاصل ہوتا۔ وہاں کے تمام علماء میں سب سے بڑا ایک عالم مغربی کو میں نے پایا جن کو غالباً احمد شنقیطی کہتے تھے۔ ان کے یہاں علمی مذاکرے بھی ہوئے، ماشاء اللہ تعالیٰ بہت قابلیت رکھتے تھے، چونکہ وہ زمانہ بہت فتنے کا زمانہ تھا [illegible] اس قلیل زمانے میں کچھ بھی نہ ہو سکا، نہ وہاں کے حالات کے پورے طور پر معلوم کرنے کا موقع مل سکا۔ قبا شریف مسجد شریف پر جانے کی خواہش ظاہر کی معلوم ہوا کہ وہاں جانا اس وقت بہت پر خطر ہے اور جانا اپنے خیال میں ضروری تھا ایک گھوڑا گاڑی کرایہ کی لی گئی کہ گاڑی پر خطرہ کم ہوتا اور ایک بدو اپنے ساتھ شناخت کیلئے اجرت پر رکھا اس طرح پر وہاں حاضر ہو کر زیارتیں کر سکے۔

جنت البقیع [illegible]

[illegible]

سے وابستہ تھیں معدوم ہو چکی تھیں اور جنگ عظیم کے بعد گرانی بھی سخت تھی۔ تین پاؤ یا سیر بھر آٹا یا چاول ملتا تھا جو اس زمانے کے لحاظ سے اتنی شدید گرانی تھی کہ گویا گرانی کیا تھی موت کا پیغام تھا۔ میں نے وہاں یہ بھی روایتیں سنیں کہ مدینہ طیبہ کے بہت سے معزز گھرانے کے علماء اور سادات اسی دور میں فاقہ کرتے کرتے اس دنیا سے رخصت ہو گئے جن کی لاشیں ان کے مکانوں میں پائی گئیں اور انہوں نے اپنے فاقے کا اظہار لوگوں کے سامنے کرنا پسند نہ کیا۔

مولانا ضیاء الدین مدنی خلیفہ اعلیٰ حضرت:-

مولوی ضیاء الدین مدنی صاحب جو پنجاب کے رہنے والے تھے اور انہوں نے ترک وطن کیا اور مدینہ طیبہ میں بحیثیت مہاجر سکونت پذیر ہو گئے ان کو اعلیٰ حضرت قبلہ سے بہت زیادہ عقیدت تھی اور ان کے وابستگان کے ساتھ محبت۔ جب انہیں میرے مدینہ منورہ آنے کی خبر ہوئی تو بے چینی سے میری مدینہ طیبہ کی حاضری کا انتظار کر رہے تھے وہاں حاضر ہوتے ہی ان سے ملاقات ہوئی اس وقت یہ موجود تھے اور رباط [illegible] میں ان کا قیام تھا جس حجرے میں رہتے تھے وہ ایسے بہترین موقع پر واقع تھا کہ گنبد خضریٰ بالکل سامنے تھا، گویا مسجد سے باہر رہتے ہوئے ہر وقت روضۂ اقدس کا نظارہ نصیب تھا، جب میں ان کے وہاں جاتا اس پاکیزہ منظر کو دیکھ کر وہاں سے آنے کو جی نہ چاہتا تھا۔

حرم نبوی ﷺ کی ایک رات:

ایک روز عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد مولوی ضیاء الدین صاحب میرے پاس آئے اور یہ فرمایا کہ آپ یہ رات مسجد نبوی میں حضور انور کے مواجہہ میں گذارنا چاہتے ہیں، یہ سن کر یہ فقیر ان کر دل باغ باغ ہو گیا کہ اپنے غلاموں کو اس طرح نوازا جاتا ہے اور سرفراز کیا جاتا ہے، ایسی عظیم الشان دولت مجھ گنہگار کو بے طلب عطا فرمائی، میرے تو خیال میں یہ بات نہ تھی کہ یہ چیز ممکن ہوگی، میں تو یہ سمجھے ہوئے تھا کہ سارے دروازے حرم نبوی کے بند ہو جاتے ہیں اور سوا خود سوا خدام کے یہاں کوئی بھی رہنے نہیں پاتا اور تھا بھی ایسا ہی، مگر مولانا

نے جب یہ خبر سنائی تو میری خوشی کی کوئی حد نہ رہی، میں نے عرض کیا اس سے بہتر میرے لئے کیا چیز ہو سکتی ہے؟ کہ رات کی تنہائی میں مجھے مواجہہ اقدس میں حاضری نصیب ہو۔ مولانا نے فرمایا کہ جب نماز عشاء کے بعد یہاں سے لوگ چلے جاتے ہیں تو آپ منبر کے پیچھے بیٹھ جائیں، میں جنت کی کیاریوں میں اس وقت بیٹھا ہوا تھا۔ جب نمازیوں کا مجمع میں نے دیکھا کہ بہت زیادہ نکل چکا ہے اور کچھ لوگ باقی رہ چکے ہیں تو منبر کے پیچھے آ کر بیٹھ گیا۔ خدام حرم نبوی روشنی لئے ہر طرف دیکھ رہے ہیں، جو کوئی انہیں ملتا ہے مسجد سے باہر جانے کا حکم دیتے ہیں غرض ساری مسجد خالی ہو گئی اور دروازے بند ہو چکے، تو ایک صاحب میرے پاس آتے ہیں اور انہوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ تم یہاں رہو گے؟ میں نے کہا ہاں تو انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور وہاں لے گئے جہاں مسجد نبوی کا وضو خانہ ہے اور ان لوگوں کا پیشاب خانہ و طہارت خانہ ہے، مجھ سے انہوں نے یہ کہا کہ اگر پیشاب کی ضرورت ہو تو یہ جگہ ہے اور وضو ٹوٹ جائے تو وضو کا یہ مقام ہے، یہ بتا کر مجھے انہوں نے چھوڑ دیا کہ اب جاؤ جو چاہو کرو۔ غرض یہ کہ رات بھر بحمدہ تعالیٰ اسی مسجد اقدس میں گذاری، جس جس وقت میں جو کچھ سمجھ میں آیا کرتا رہا یہاں تک کہ صبح ہو گئی الحمد للہ علی انعامہ۔

درد فراق:۔

یہ مختصر زمانہ مدینہ طیبہ کی اقامت کا ایسا جلد ختم ہوا کہ سمجھ میں نہیں آیا کہ کب آیا اور کب گیا؟ فراق کی گھڑی سامنے اور حکومت کی جانب سے روانگی کا حکم ملا، جو صدمہ اور رنج اس وقت دل پر گزر رہا تھا وہ کیا بیان کیا جائے، ہر ایک شخص خود اپنے دل سے اس کا اندازہ کر سکتا ہے۔ بہرحال ہم پیدل روانہ ہوئے اور پھر پھر کر گنبد پاک کو دیکھتے رہے، جب وہ بھی آنکھوں سے اوجھل ہو گیا اور بہت دور نکل آئے تو اونٹ کی پیٹھ پر بغیر شقدف کے سوار ہوئے اور اس غار کے راستے سے اس مقام پر آئے جہاں ہمارے شقدف رکھے ہوئے تھے محافظوں کو اونٹ دیکر اور شقدفوں کو اونٹ پر لاد کر سفر جاری رکھا، ایک روز راستہ میں قیام کیا گیا چونکہ اونٹ والے اسی قریب کے رہنے والے تھے جاتے وقت بھی ایک روز یہاں

ٹھہرے تھے اور واپسی میں بھی حاجیوں کو یہاں چھوڑ کر اپنے وطن کو گئے اور وہ شب اپنے گھر ہی کو گئے اور دوسرے روز واپس آئے۔ یہاں سے منزل بمنزل جدہ پہنچے اور جہاز پر سوار ہو کر بمبئی روانہ ہو گئے۔ میرے پاس کھانے کی اشیاء بہت زیادہ تھیں، جن کو مولوی عبدالکریم صاحب نے تیار کیا تھا، جب میں سب کاموں سے فارغ ہو گیا اور جہاز پر سوار ہونے کا وقت آیا وہ سب چیزیں مولوی صاحب موصوف کو میں نے دیدیں کیونکہ ان کو مع اپنی اہلیہ کے دو تین مہینے مکہ معظمہ میں رہنا تھا، میں نے ان سے کہا کہ غلہ یہاں بہت گراں ہے اور دشواری سے ملتا ہے یہ میرے پاس کا غلہ اتنا ہے جو آپ دونوں کیلئے کئی مہینے کفایت کریگا۔ مولوی صاحب موصوف نے مجھے اور اپنے تمام ساتھیوں کو رخصت کیا، خود جدے میں رہے وہاں سے پھر مکہ معظمہ اور طائف وغیرہ گئے اور ہم بمبئی پہنچے۔ ان کے ساتھیوں نے جہاز میں مجھے بہت آرام پہنچایا دونوں وقت بہترین قسم کا کھانا پکا کر مجھے دیا کرتے تھے اگرچہ سامان میرا ہی تھا مگر محنت ان لوگوں کی تھی۔

قیام بمبئی:۔

شیخ امام علی صاحب رضوی جانے کے وقت بمبئی موجود نہ تھے، اس وقت وہ مکان سے واپس آ چکے ہیں جہازوں کی آمد کے تجسس میں رہتے ہیں، جب کسی جہاز کے آنے کی خبر پاتے ہیں تو کبھی گودی میں خود جاتے ہیں کبھی اور لوگوں کو بھیجتے ہیں کہ وہ مجھے اتار کر مکان پر لائیں، اتفاق سے جب جہاز بمبئی پہنچا اس وقت بھی مجھے لینے کیلئے کچھ لوگ آئے ہوئے تھے جہاز سے سامان اترا ان لوگوں نے دیکھا ابھی مال کی تلاشی میں دیر لگے گی، سامان وہیں چھوڑا اور ایک آدمی کو متعین کیا اور مجھے مکان پر لے گئے اب میں شیخ امام علی صاحب کا مہمان ہوں۔ وہ خاطر مدارات میں مشغول ہیں۔

جے پور سے روانگی کے وقت حاجی عبدالجبار صاحب نے وعدہ لے لیا تھا کہ جب آپ بمبئی آئیں مجھے اطلاع دیجئے، میں بمبئی آپ کو لینے کیلئے آؤں گا، ان کو بھی [illegible] جے پور سے بمبئی پہنچے، دہلی اور مکان پر بھی اپنے واپس آنے کی اطلاع دے چکا ہوں۔ وہ [illegible]

دن مغربی مکان میں آپ میں نے بریلی روانگی کا ارادہ کیا تو امام علی صاحب نے اجازت نہیں دی اور کہا کہ میں ابھی علیل ہوں جب بالکل اچھا ہو جاؤں گا تو میلاد شریف ہوگا اور جب اس کے بعد آپ جائیں گے اور یہ سب ترکیبیں مجھے روکنے کی تھیں تقریباً پندرہ روز تک بمبئی ٹھہرنا پڑا جب میرا اصرار زیادہ ہوا تو امام علی صاحب نے ایک شاندار جلسہ کیا جس میں کافی اجتماع ہوا اس میں مجھے تقریر کرنی پڑی۔ کئی گھنٹہ مسلسل تقریر کے بعد سلام و قیام پر جلسہ ختم کیا گیا۔ جملہ حاضرین کو کافی مقدار میں آئس کریم کھلائی گئی اور بڑی بڑی پان تھالیاں جن کا بمبئی میں رواج ہے تقسیم کی گئیں، میں وہاں سے حاجی عبدالجبار صاحب کی معیت میں اجمیر شریف حاضر ہوا یہاں زیارت سے فارغ ہو کر جے پور پہنچا تقریباً ایک ہفتہ جے پور میں قیام کیا وہاں سے پھر حاجی عبدالجبار صاحب اور بعض دیگر احباب کے ساتھ بریلی روانہ ہوا بریلی آمد کے وقت کی اطلاع دے چکا تھا جنکشن اسٹیشن پر استقبال کرنے والوں کا کافی مجمع تھا اور انہوں نے مجھے وہاں اترنے سے روک دیا کہ سٹی اترنا ہوگا، وہاں بہت سے لوگ استقبال کیلئے آئے ہوئے ہیں اور خود اعلیٰ حضرت قبلہ سٹی پر تشریف فرما ہیں، اعلیٰ حضرت نے خود ارشاد فرمایا ہے کہ سٹی پر اترنے کیلئے ان سے کہہ دیا جائے۔ گاڑی سٹی پر آئی اعلیٰ حضرت قبلہ سے نیاز حاصل کیا اور قدمبوسی کی۔ خود اعلیٰ حضرت قبلہ جس انداز سے پیش آئے میں اسے بیان نہیں کر سکتا۔

استقبال کرنے والوں کی جماعت مجھے اعلیٰ حضرت کے دولت خانے پر لائی سارے مجمع کو کھجوریں تقسیم کیں اور زمزم شریف پلایا یہ زمانہ وہ تھا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ کا مزاج ناساز تھا، کمزوری بہت بڑھ گئی تھی باوجود اس کے اسٹیشن تشریف لے جانے کی زحمت گوارا فرمائی۔ چند روز غالباً ایک ہفتہ بریلی قیام کرنے کے بعد وطن آیا سب سے ملاقاتیں ہوئیں اہلیہ کو اسی طرح علیل پایا جس طرح بیمار چھوڑ گیا تھا۔ اس سے بہت افسوس ہوا۔ [illegible] مختصر یہ کیفیت ہے مولا تعالیٰ بزرگان دین کے صدقے میرا حج و زیارت قبول فرمائے آمین ثم آمین! وطن سے پھر بریلی گیا اور باقی ماندہ کام بدستور انجام دینے لگا۔ اعلیٰ حضرت قبلہ کی

صحت کمزور ہوتی گئی اور علالت بڑھتی گئی، تبدیل آب و ہوا کیلئے بھوالی تشریف لے گئے اور وہیں قیام جاری رکھا۔ یہ ارشاد فرمایا کہ جب تک سردی آ جائے گی اس وقت تک بریلی آ جاؤں گا، کیونکہ سردی سے قبل جانے میں یہاں اور وہاں کی آب و ہوا میں جو فرق ہوتا ہے اس سے تکلیف ہوتی ہے۔ اس اثنا میں دو مرتبہ میں زیارت کیلئے بھوالی حاضر ہوا۔ مگر چونکہ مدرسہ، پریس اور بریلی کے دیگر ضروری کاموں کی وجہ سے جو میرے متعلق تھے میں وہاں زیادہ قیام نہیں کر سکتا تھا۔

اہلیہ کی وفات:۔

اس سال کا رمضان بھی اعلیٰ حضرت نے بھوالی ہی میں گزارا اور میں رمضان میں مکان چلا آیا اہلیہ کی حالت اور زیادہ خراب پائی جس سے بہت افسوس ہوا [illegible] کی حالت گرتی گئی، یہاں تک کہ رمضان شریف میں نشست و برخاست سے بھی معذور ہو گئیں، ان کی تیمارداری کیلئے [illegible] شمس الہدیٰ سلمہٗ کی شادی ہو چکی تھی ان کی بیوی بھی موجود تھیں مگر وہ ابھی نو عمری کی وجہ سے تیمارداری کے بہت کاموں سے ناواقف تھیں، پھر بھی اس بے چاری نے بہت خدمت کی یہاں تک کمزوری کا عالم ہو گیا کہ [illegible] لیٹے لیٹے نماز ادا کرتیں۔ آٹھ شوال (۱۳۳۹ھ) عصر کے بعد [illegible] انتقال ہو گیا۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون O

ان کے انتقال کے بعد میرے سامنے مصیبتوں کا ایک پہاڑ تھا [illegible] بچے عبدالمصطفیٰ وعطاء المصطفیٰ مجھ سے چھوٹے ان کی دیکھ بھال [illegible] سے مجھے آج تک سابقہ نہیں پڑا تھا میرے لئے بہت دشوار تھا۔ ان سب [illegible] شمس الہدیٰ کی اہلیہ کو لے کر بریلی گیا اس کے سوا مجھے کوئی چارہ کار نظر نہیں آیا [illegible] عظیم صدمہ پہنچ چکا ہے۔

اعلیٰ حضرت کا وصال:۔

اعلیٰ حضرت کی علالت اب روز بروز ترقی پر تھی [illegible]

لاسے تھے کمزوری اتنی ہے مسجد آدمی اور لاٹھی کے سہارے جو چلتے جایا کرتے تھے وہ بھی اب نہیں ہو سکتا کرسی میں ڈنڈے باندھ دئے گئے اس پر بٹھا کر لوگ اٹھا کر وہاں پہنچاتے ہیں کیونکہ اعلیٰ حضرت ہمیشہ مسجد ہی میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ بیماری کی وجہ سے بھی مسجد جانا نہیں چھوڑا کرتے تھے۔ پچھلا جمعہ ادا کرنے کے بعد یہ ارشاد فرمایا کہ اب آئندہ جمعہ ملنے کی امید نہیں معلوم ہوتی۔ جمعہ کے بعد سے اب اتنی بھی طاقت نہ تھی کہ کرسی پر بٹھا کر مسجد میں لایا جاتا۔ اب مکان کے اندر ہی نماز ادا فرماتے مگر باوجود اس کمزوری کے نماز کھڑے ہو کر ہی ادا کرتے تھے۔ لوگ پکڑ کر کھڑا کر دیا کرتے پھر چھوڑ دیتے اور فرض نماز آپ قیام کے ساتھ ادا فرما لیتے تھے، سنتیں بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے شاید آخر میں دو چار نمازیں ہی ہوئی ہوں جن کو بیٹھ کر ادا کیا ہو، اب جمعہ آیا یعنی ۲۲ صفر ۱۳۴۰ھ آج مزاج کی کیفیت بہت بدلی ہوئی ہے کمزوری بہت زیادہ ہے، کچھ ضروری وصیتیں بھی کئے جا رہے ہیں اور وہ لکھی جا رہی ہیں، اس سے پہلے بھی ایک دفعہ وصیت نامہ تحریر کرنے کا حکم دیا تھا، چنانچہ میں نے ہی لکھا تھا اس وصیت نامے میں اور آج کے وصیت نامے میں تحریر تھا کہ فلاں فلاں شخص مجھ کو غسل دیں، ان میں خصوصیت کے ساتھ میرا نام تھا کہ وہ غسل دیں اور فلاں فلاں مدد دیں۔ نماز جنازہ کی وہ دعائیں جو میرے فتاویٰ میں تحریر ہیں اگر حامد رضا یاد کر لیں تو وہ پڑھائیں ورنہ مولانا امجد علی صاحب پڑھائیں۔

تصویروں سے مکان کا تخلیہ:۔

آخر وقت میں سورہ رعد و سورہ یٰسین شریف پڑھنے کا حکم دیا کہ کوئی شخص بلند آواز سے اس کو پڑھے کارڈ اور لفافے جتنے بھی وہاں تھے سب کو ہٹوا دیا کہ ان پر تصویریں ہیں یہاں ان کا رہنا ٹھیک نہیں، ڈھائی بج چکے ہیں۔ جمعہ کی اذان ہو رہی ہے مؤذن کی زبان سے حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح نکلتا ہے اسی وقت روح نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون O

ہم غلام اور متعلقین کا اس وقت جو حال تھا وہ بیان سے باہر ہے۔ [illegible] آنکھوں کے سامنے [illegible]

[illegible] ہمارے سامنے پیچھے معلوم ہوتے تھے اب تک سارا بار اعلیٰ حضرت قبلہ کے ذمہ تھا اور حضور کی ذمہ داری میں ہم بھی کچھ خدمت دین کر لیا کرتے تھے مگر اب کوئی ذمہ دار نہیں اب جو کرنا ہوگا اپنی ذمہ داری پر کرنا ہوگا۔ صحت اور غلطی کے ہم خود ذمہ دار ہوں گے اب ہمیں پھونک پھونک کر قدم رکھنا ہے اور بہت احتیاط کے ساتھ سنبھل سنبھل کر چلنا ہے۔

عشاق کا ہجوم:۔

رامپور، مراد آباد، پیلی بھیت، شاہجہاں پور، دہلی، اور میرٹھ وغیرہ قریب کے شہروں میں تار روانہ کئے گئے، اطلاعیں دے دی گئیں جو خاص تعلق رکھنے والے تھے۔ روز ہفتہ ۲۶ صفر صبح کو دس بجے کے قریب غسل سے فراغت ہوئی۔

امام اہل سنت کا جنازہ:

یہ سوچا گیا کہ نماز جنازہ کہاں ادا کی جائے، شہر میں کوئی جگہ ایسی نظر نہ آئی جہاں پورے جنازہ پڑھنے والوں کیلئے گنجائش ہو۔ جنازہ عیدگاہ لے جایا جانا تجویز ہوا [illegible] تھا کہ بیان سے باہر ہے۔ بمشکل تمام شاید ایک بار [illegible] قریب جنازہ [illegible] کندھا دینے [illegible] مکانوں اور [illegible] سکنے کیلئے [illegible] عیدگاہ پہنچے تو [illegible] ہو گیا [illegible] نماز جنازہ ادا کی گئی، پھر وہاں سے [illegible] کہ وقت [illegible] آ گیا۔ اس وقت اس علم و عمل کے آفتاب کو جس کا مثل [illegible] بلکہ تمام روئے زمین پر آفتاب دنیا نے نہ دیکھا تھا، جس کے علم کی نور حیات تمام [illegible] روشنی پہنچا رہی تھی اور دنیا والوں کو کفر و ضلالت سے بچا رہی تھی آج اسی آفتاب [illegible] زمین کے اندر روپوش کیا گیا۔ دفن کے بعد حسب وصیت قبر مبارک پر ایک شخص بلند آواز سے قرآن پڑھتا رہا اور گھنٹہ گھنٹہ بھر بعد تبدیلیاں ہوتی رہیں [illegible] قرآن خوانی کا سلسلہ رہا۔ اعلیٰ حضرت کی قبر مبارک جس مکان میں ہے پہلے اس مکان میں [illegible] [illegible] اور خاص قبر کی جگہ میری نشست رہا کرتی تھی۔ [illegible] انجام دیا کرتا تھا، مگر چونکہ وہ مکان شکستہ ہو چکا تھا اس لئے کمرے اس وقت اتنے نہ تھے کہ [illegible] کتب خانے وغیرہ کیلئے کافی ہو سکتے اس لئے [illegible] منتقل کیا جا چکا

تھا۔ ایسے میں تقریباً دو تین برس سے بہاری پوری میں رہتا تھا، سوئم و تیجا مسجد بی بی جی میں ہوا۔ اس کے بعد چہلم ہوا جس میں بہت دور دور سے علماء و مشائخ و صوفیاء حاضر ہوئے تھے۔ اس موقع پر مولانا حامد رضا خان صاحب کی سجادہ نشینی ہوئی اور اب معلوم ہوا کہ وہاں کی رونق بے نقاب ہے، وہ مکان معلوم ہوتا ہے نہ وہ گلیاں نظر آتی ہیں، ہونے کو سب کچھ وہی ہے مگر ان میں جو ایک روحانیت تھی وہ اب باقی نہیں رہی۔

اہل بصیرت کا احساس:۔

چہلم کے موقع پر جب مولانا سلیمان اشرف صاحب علی گڑھ سے آئے تو فرمانے لگے کہ پہلے جب میں کبھی بریلی آتا تھا اور محلہ سوداگران کی گلی میں گھستا تھا تو وہیں سے مجھے ایک ایسی کیفیت محسوس ہوتی تھی جس کا اثر قلب و دماغ پر ہوتا اور دل اس سے لطف اندوز ہوتا۔ آج جو اس گلی میں آیا ہوں تو وہ کیف نہیں پاتا ہوں آج حالت ہی بدلی ہوئی نظر آتی ہے۔ خود ہم لوگوں کو آنے جانے میں اس قسم کا فرق محسوس ہوتا تھا، نمازوں میں جو کیفیت ہوا کرتی تھی وہ اب نہیں ہوتی۔ باوجودیکہ اعلیٰ حضرت نہیں پڑھاتے تھے مگر چونکہ ان کی شرکت ہوتی تھی اس سے وہ بہت پرکیف ہوتی تھیں اور دور دور سے لوگ اس کیلئے جاتے تھے جس کا صرف مقصد یہ ہوتا تھا کہ اعلیٰ حضرت کے ساتھ نماز پڑھیں گے۔ میں جو کام کرتا تھا وہ سب بدستور جاری ہیں مدرسہ میں تعلیم بھی دے رہا ہوں مطبع اہلسنت کی نگرانی و انتظام بھی کرتا ہوں اور اس کے سارے کام انجام بھی دیتا ہوں، شہر کے لوگوں کو جب [illegible] ضرورت ہوتی وہ مجھ سے پاس آتے، کیونکہ اعلیٰ حضرت کے زمانہ میں بھی میں ہی یہ کام [illegible] [illegible] ہیں۔

بریلی سے اجمیر شریف:۔

اعلیٰ حضرت کے وصال کے کئی سال بعد تک بریلی میں قیام رہا۔ [illegible] پھر اجمیر شریف سے ۱۹۲۵ء میں چند اشخاص پر مشتمل ایک وفد [illegible] کو تلاش کرتا تھا، وفد بریلی پہنچا اور مجھ

سے ملا اور آئین [illegible] اپنا مقصد میرے سامنے پیش کیا میں نے کہا میں تجسس کروں گا اور [illegible] اگر کوئی شخص آپ کے [illegible] صدارت کے قابل دستیاب ہوا تو مطلع کروں گا، گفتگو ہوتی رہی آخر میں اس وفد نے پیش کیا کہ ہم آپ کو کسی کے تلاش کرنے کی تکلیف نہیں دیتے ہمارا مدعا صرف یہ ہے کہ آپ وہاں کی صدارت قبول فرمائیں۔ مولانا تو میں نے ادھر ادھر کی معذرت بیان کی بریلی سے جدا ہونے کے متعلق جو دشواریاں تھیں وہ بیان کیں۔ جب وفد نے [illegible] ان کے سامنے رکھا گیا کہ مولانا حامد رضا خان صاحب ہمارے پیر زادے ہیں اور [illegible] کے جانشین ہیں، بغیر ان کی اجازت کے میں یہاں سے نہیں جا سکتا۔ اتفاق سے مولانا اس زمانے میں بریلی تشریف نہیں رکھتے تھے، وفد نے مجھ سے [illegible] دیں گے تو آپ اجمیر تشریف لا سکیں گے۔

مجلس علماء کا فیصلہ:۔

مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف کی مجلس [illegible] کے اراکین نے جن میں مولوی فضل حق صاحب رامپوری، مولوی عبد [illegible] سلیمان اشرف صاحب بہاری خاص طور پر قابل ذکر ہیں طے کیا تھا کہ دارالعلوم کی صدارت کیلئے صرف وہی شخص موزوں ہیں اور یہاں کا کام انہی سے انجام پا سکے گا، کیونکہ یہاں کے صدر کیلئے علاوہ قابل اور ماہر ہونے کے متحمل مزاج ہونا اور یہاں کے [illegible] پر نظر رکھ کے اس پر اس طرح عمل کرنا کہ باہم تصادم نہ ہونے پائے یہ بہت ضروری چیز ہے۔ جب یہ وفد بریلی سے اجمیر شریف واپس ہوا اور سفر کی رپورٹ پیش کی تو معتمد دارالعلوم کی جانب سے رجسٹری شدہ ایک مراسلہ میرے نام اور ایک مراسلہ مولانا حامد رضا خان صاحب کے نام آیا۔ مجھے اجمیر شریف کی حاضری پر زور دیا جاتا ہے اور اس کے دینی فوائد بیان کئے جاتے ہیں اور یہ بھی اس میں لکھا کہ آپ خود قائم مقام بن کر مولانا حامد رضا خان صاحب سے ہماری جانب سے اپنے کو اجمیر شریف کیلئے طلب کریں ان کے خطوط آنے کے بعد میں [illegible] مولانا اس معاملے میں کئی روز تک غور کرتے رہے [illegible]

ڈالیں، آخر میں نے یہی طے کیا کہ بریلی ہی میں رہنا ہے اجمیر شریف لکھ دیا کہ میں کسی طرح نہیں آسکتا میرا یہ خط پہنچنے کے بعد پھر سعی ہوتی ہے اور مولانا سلیمان اشرف صاحب جو میرے طالب علمی کے زمانے کے دوست اور خود میرے اجمیر شریف جانے کے محرک بھی ہیں، مدرسے کی جانب سے انہیں سفارشی بنایا جاتا ہے اور اس درمیان میں ڈالا جاتا ہے انہوں نے ایک بہت زوردار خط لکھا جس میں مجھے اجمیر شریف جانے کی طرف بھرپور توجہ دلائی اور اس کی یہاں تک انہوں نے ضرورت ثابت کی کہ چونکہ علی گڑھ میں ایک زبردست دینی کام انجام دے رہا ہوں اور یہاں کی فضا میں دوسرے کو یہ کام انجام دینا نہایت دشوار تر ہے۔ اگر یہ چیز مانع نہ ہوتی تو میں خود اجمیر شریف چلا جاتا اور وہاں کی صدارت کے کام کو انجام دیتا۔

اجمیر شریف جانا طے کرلیا:

ادھر ان کا زور ادھر دارالعلوم معینیہ کی جانب سے متولی صاحب کا اصرار پُر اصرار کچھ دوسرے مصالح بھی ایسے رونما ہوگئے کہ میں نے اجمیر شریف جانا ہی مناسب سمجھا، بلکہ اپنے خاص احباب کی ایک کمیٹی طلب کی جو پندرہ بیس اشخاص پر مشتمل تھی ان کے سامنے رکھا اور جمیع ماعلیہ اور مالہ، کو ان کے سامنے رکھ دیا، پھر ان سے دریافت کیا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟ یہ وہ لوگ تھے جو بریلی سے میرے جانے پر کسی طرح راضی نہیں ہو سکتے تھے مگر کچھ باتوں میں ایسا پیچ وتاب پڑ گیا تھا کہ ان سب کو بالاتفاق یہی طے کرنا پڑا کہ اب آپ کو اجمیر شریف چلا جانا صرف مناسب نہیں بلکہ ضروری ہے۔ احباب کے مشورے کے بعد روانگی کا عزم کرلیا۔

سب سے پہلے میری اہلیہ ثانیہ جو اس وقت بیمار تھیں اور ان کے بچے کا دستہ کچھ مضمحل تھا ان کو مکان پر پہنچانا ضروری تھا۔ نور چشم مولوی شمس الہدیٰ اس وقت لکھنؤ میں تھے ان کو اطلاع دی کہ فلاں روز فلاں ٹرین سے مکان جا رہا ہوں تم میرے ساتھ چلو کیونکہ تمہاری والدہ کی طبیعت خراب اور تم نہ ہوگے تو گاڑی بدلوانے میں شاہ گنج میں میرے لئے بڑی دشواری ہوگی، سب اہل وعیال کو لئے ہوئے مکان پر آیا صرف مولوی یحییٰ کو بریلی چھوڑا

کیونکہ ان کو اپنے ساتھ اجمیر شریف لے جانا تھا، مکان سے بریلی واپس ہوا سفر کی تیاری شروع ہوئی مدرسہ کے طلبہ کچھ اس درجہ مانوس تھے کہ ان کو میرا جانا نہایت درجہ شاق تھا۔

طلبہ کی دل گرفتگی اور دعوت وداع:۔

مگر وہ بیچارے مجبور تھے اس معاملے میں کچھ نہیں کر سکتے تھے طلبہ نے روانگی کے سلسلہ میں بہت دھوم دھام سے دعوت کی بلکہ اس دعوت کے دو حصے ہو گئے ایک دن ہندوستانی طلبہ نے دوسرے روز بنگالیوں نے، دعوت کے بعد کچھ تقریر ہوئی جس سے سارا مجمع متاثر تھا اور میری روانگی کی وجہ سے بہت سے چشم پُرآب بلکہ رو رہے تھے۔

اجمیر شریف میں ورود:۔

بریلی سے روانہ ہو کر ایک روز جے پور قیام کیا اور دوسرے دن وہاں سے اجمیر شریف پہنچا۔ اسٹیشن پر مدرسین وطلبہ کا ایک بہت بڑا اجتماع تھا جو مجھے اپنے ساتھ آستانہ غریب نواز پر لائے، وہاں سے حاضری دے کر مدرسہ کے دارالاقامہ میں لے گئے کہ یہیں میرا عارضی طور پر قیام ہوگا، جس روز میں اجمیر شریف پہنچا اس دن تاریخ ۲۵ر جمادی الآخرہ تھی اور عرس کے سلسلہ میں تعطیل کا پہلا دن تھا اور یہ تعطیل دو مہینے سے زائد ہوتی ہے، گویا اتنے دن مجھے تعلیم وغیرہ سے کوئی تعلق نہیں، یہاں کے داخلی اور خارجی معاملات پر غور کرتا رہا اور یہ کہ کس طرح پر یہاں کا کام انجام دینا چاہیے دارالعلوم معینیہ کے دستور میں چلا آتا ہے، سالانہ امتحان اور جلسہ دستار بندی اسی عرس کے ہی موقع پر ہو جاتا ہے کیونکہ اس موقع پر نہ کسی کو بلانا پڑتا ہے نہ مصارف دینے پڑتے ہیں۔ علماء ومشائخ بکثرت موجود ہوتے ہیں وہ لوگ بلائے جاتے ہیں اور ان کے سامنے امتحان ہو جاتا ہے اور پھر دستار بندی کا جلسہ اس سال بھی جلسہ دستار بندی اسی موقع پر تھا اور جناب مولوی حبیب الرحمان صاحب شیروانی الملقب بنواب صدر یار جنگ بہادر بھی حیدر آباد سے تشریف لائے تھے اور یہ دارالعلوم ان کی ماتحتی میں تھا کیونکہ ریاست دکن کے معتمد امور مذہبی تھے، ان کی موجودگی میں جلسہ ہوا اور دستار بندی بھی ہوئی مولوی وصی احمد صاحب سہسرامی کی دستار بندی اسی سال ہوئی اگرچہ وہ

مولانا مشتاق احمد صاحب کانپوری کے شاگرد تھے اور جب وہ اس دارالعلوم میں صدر مدرس تھے فارغ ہوئے تھے مگر ان کی سند پر بحیثیت صدر مدرس میرے دستخط ہوئے - اگرچہ مولوی مشتاق احمد صاحب اس جلسہ کے موقع پر موجود تھے مگر نواب صدر یار جنگ بہادر نے یہ کہا کہ مولانا مشتاق احمد صاحب کا مدرسے سے چونکہ تعلق نہیں رہا اب سے ان کے دستخط سند پر کسی طرح نہیں ہو سکتے -

افتتاح :-

غالباً بارہ تیرہ رجب کو مدرسہ کھلا اور اب تعطیل کلاں کو ایک مہینہ سے کچھ ہی زیادہ ہے، طلبہ کا امتحان بھی بعض جماعتوں کا ہو چکا ہے اور بعض کا باقی ہے، تعلیم کا سلسلہ کچھ جاری کیا گیا مگر ادھورا، کہ پورے طور پر تعلیم اب ماہ شوال ہی میں ہو سکے گی اس وقت کام شروع کر دیا گیا ہے مگر تنہائی کی وجہ سے اطمینان خاطر نہیں ہے - شعبان میں جس دن تعطیل کی مکان واپس آیا اور اب جو شوال میں جانا ہوا تو مدرسہ کھلنے پر اسباق کی تقسیم ہوئی تعلیم کا سلسلہ جاری ہوا - کمیٹی کی جانب سے مجھے بتاکید یہ کہہ دیا گیا کہ آپ اپنا ایک گھنٹہ ضرور خالی رکھیں تاکہ اس میں درجات کی دیکھ بھال ہو سکے اور مدرسین کس طرح پڑھا رہے ہیں؟ اس کا بھی اندازہ کیا جا سکے چنانچہ برابر تمام درجوں کی دیکھ بھال کرتا رہا - مدرسین کی تعلیم میں جو خامیاں تھیں وہ بتاتا اور ظاہر کرتا رہا، مدرسے میں قوانین بہت کچھ تھے مگر پہلے کے صدر مدرسین نے اپنے اوپر پابندی کو برا سمجھا، جب خود نہ پابندی کریں تو دوسروں کو کیا پابند کر سکتا ہے؟ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ مدرسین اور طلبہ بھی آزاد تھے، جس کا جب جی چاہتا یہاں سے وہاں وہاں سے یہاں چلا جاتا، ان قوانین کی پابندی کی طرف لوگوں کی توجہ دلائی گئی خود بھی سختی کے ساتھ قوانین پر پابندی کی پھر کوئی وجہ نہ تھی کہ دوسرے پابندی نہ کریں، نہایت ضابطے کے ساتھ مدرسے میں تعلیم کا سلسلہ جاری ہوا، مگر بعض طبائع ایسی ہوتی ہیں جو آزادی پسند ہیں ان کا منشایہ ہوتا ہے کہ جو چاہیں کر ڈالیں، مگر بے ضابطگی میں اگرچہ کام کتنا ہی زیادہ کیا جائے نتیجہ ہمیشہ خراب نکلتا ہے، دوسروں کیلئے سند ہو جاتی ہے جب ان بے ضابطگیوں سے روکا گیا تو کینہ پرور طباع مخالفت پر آمادہ ہو گئیں اور انہوں نے اندرونی طور پر طلبہ اور مدرسین کو برہم کرنا شروع

کیا، اس قسم کی خبروں کے ملنے پر نہایت ہوشیاری اور تدبر سے بغیر کسی فتنہ وفساد کے اس قسم کی تمام مخالفتوں کو دور کیا گیا -

تنہائی کا احساس :-

میری یہیں یہ غلطی ہوئی تھی کہ اپنے ساتھ طلبہ کو نہیں لے گیا، مدرسہ میں جا کر کام کرنا شروع کر دیا - مدرسہ میں جتنے طلبہ تھے وہ سب دوسروں کے زیر اثر تھے اور ان لوگوں کے آلۂ کار بن کر فتنہ وفساد برپا کرتے تھے - جب مدرسین میں رفتہ رفتہ دوسرے طلبہ اگر کبھی آتے تو وہ بھی کثرت سے مرعوب ہو کر انہیں کے ساتھ مل کر فساد کے آلۂ کار بنتے رہے، کچھ دنوں کے بعد کچھ طلبہ کو جب یہ سمجھ میں آیا کہ یہ مدرسین و طلبہ فساد کر کے مدرسے کا نظم برباد کرنا چاہتے ہیں اور اس سے خود ہماری تعلیم بھی خراب ہو گی اور ہو رہی ہے تو ان سے علیحدہ رہ کر فساد سے دور رہے، اب گویا دو جماعتیں ہو گئیں - ایک صلح پسند دوسری فتنہ پسند رفتہ رفتہ کرتے کچھ دنوں میں فساد پسند جماعت کا قلع قمع کیا گیا کبھی نرمی کبھی تشدد گویا مختلف صورتوں سے اس کا خاتمہ کیا گیا اور بفضلہ تعالیٰ مدرسہ میں بہتر سے بہتر انتظام اور مکمل درجے کی تعلیم ہو گئی -

مثالی دارالعلوم :-

طلبہ کی اتنی کثرت کہ اراکین مدرسہ اس میں اپنے کو قاصر پاتے تھے - جتنے طلبہ کی مدرسہ میں گنجائش تھی مدرسے میں رکھے گئے، باقی اراکین نے اور شہر کے مخیّر حضرات نے اپنے یہاں طلبہ کے طعام وغیرہ کا انتظام کیا، مدرسہ کی تعلیم اور انتظام کا یہ وہ زمانہ تھا کہ نہ اس سے پہلے کبھی ایسا ہوا تھا نہ بعد میں ایسی بات باقی رہی - طلبہ میں تعلیم کا ذوق وشوق اور اتباع شریعت کا بھی جذبہ تھا، پہلے والے طلبہ کو نہ ان کی ظاہری وضع قطع شریعت کے موافق تھی نہ ان میں ارکان اسلام ادا کرنے کا جذبہ تھا، عجیب قسم کے وہ طلبہ تھے جنکو تقریباً دین سے بے تعلق کہا جائے تو بجا ہے اور اس زمانے میں جو طلبہ تھے اپنی قابلیت اور شوق سے امتیازی حالت رکھتے تھے، شہر کے لوگ عموماً ان طلبہ کی طرف مائل تھے اور ان کی بہترین حالت پر ان کے جانے کے بعد بھی انہیں مدتوں یاد کرتے تھے - مدرسہ نہایت عروج پر تھا، اس زمانے میں

مولانا سلیمان اشرف صاحب وغیرہ کی رائے ہوئی کہ ہندوستان کے چنے ہوئے فضلائے کرام امتحان کے لیے بلائے جائیں اور طلبہ کا امتحان وہ لیں اور مدرسہ کی تعلیمی حالت پر جیسی بھی ہو وہ رائے زنی کریں تا کہ جو کچھ یہاں کمی ہے اسے پورا کرنے کی سعی کی جائے۔ مولوی فضل حق صاحب رامپوری جو ایک پرانے مدرس تھے پڑھاتے پڑھاتے بوڑھے ہو چکے تھے، معقولات کی تعلیم کا پورا ملکہ رکھتے تھے وہ بھی اس موقع پر بلائے گئے اور ان کے سامنے میر زاہد، حماسہ، قاضی مبارک، صدرا، شمس بازغہ، تلویح یہ کتابیں امتحان کے لیے پیش کی گئیں امتحان کے لیے کسی جگہ اور اوراق کی پابندی نہ تھی ممتحن صاحب کو اختیار تھا کہ جہاں سے چاہیں پوچھیں۔ امتحان لیا اور بہت خوش ہوئے مولوی وحافظ عبدالعزیز صاحب ومولوی سردار احمد صاحب وحضرت مولوی سید غلام جیلانی صاحب علی گڑھی ومولوی رفاقت حسین صاحب مظفر پوری ان چاروں کی ایک جماعت تھی ان کے امتحان سے ممتحن صاحبان نہایت خوش ہوئے۔ بلکہ ان کے متعلق تحریر لکھی کہ اس قسم کے طلبہ اس زمانے میں نایاب ہیں۔ ہم نے ہندوستان کے کسی بھی مدرسہ میں ایسے طلبہ نہیں پائے۔ بہت جانکاہی کیساتھ مدرسہ کے تعلیمی اور اخلاقی کام کی دیکھ بھال کرتا رہا۔ مدرسہ کی حالت بہتر سے بہتر ہوتی رہی۔

فساد کا بیج:

اس مدرسہ میں فساد کا جو مادہ تھا اگر چہ اسے بہت کچھ دبا رکھا تھا، مگر اس کا استیصال نہیں ہوا تھا برابر کسی نہ کسی صورت میں ظاہر ہوتا رہا اور چونکہ معتمد دار العلوم سید نثار احمد صاحب متولی درگاہ معلی کی زیر حمایت اسکی پرورش ہوتی رہی اس وجہ سے اسکو ختم نہیں ہونے دیتے تھے اور اگر مدرسہ امن وامان کے ساتھ چلتا رہتا تو بعض حضرات جنکے ذریعہ سے فساد ہوتا رہتا تھا انکی مدرسہ میں ضرورت باقی نہ رہتی، وہ اپنا وجود اسی وقت تک قائم رکھ سکتے تھے جب تک کبھی نہ کبھی فساد ہوتا رہے۔ جب اس چیز کو اچھی طرح سمجھ لیا گیا اور یہ اندازہ کر لیا گیا کہ یہاں ایک نہ ایک فساد ہوتا رہے گا اور اس کی الجھنوں میں پڑنا پڑے گا، لہذا بہتر یہ سمجھا کہ اس سے علیحدگی اختیار کر لی جائے لہذا ایک استعفیٰ میں نے لکھا جو نہایت مدلل تھا اور جو بے عنوانیاں اور بے ضابطگیاں میرے ساتھ کی گئیں ان سب کا اس میں حوالہ تھا اس لیے

ایک میعاد بھی مقرر کر لی تھی غالباً دو ہفتہ کی کہ ہم اتنے دنوں تک پڑھانے کے بعد مدرسے سے علیحدہ ہو جائیں گے۔ مدرسہ اپنے لیے کسی صدر مدرس کا انتخاب کر لے۔ وہ میعاد پوری ہوتے ہی میں روانگی کیلئے بالکل تیار ہو گیا میرے سامان سب باندھے جا چکے جو ساتھ جانے کا تھا وہ ساتھ لے لیا اور جس کو پارسل کرنا تھا اس کو علیحدہ رکھ دیا گیا، یہاں تک کہ راستہ کیلئے ناشتہ بھی تیار ہو گیا۔ اب صرف دو گھنٹے میری روانگی میں باقی ہیں کہ میں نے خیال کیا کہ متولی صاحب سے آخری ملاقات کر لینی چاہیے تا کہ جو کچھ ہوا وہ ہوا آئندہ کیلئے تعلقات خوشگوار باقی رہیں۔ ان سے ملنے کیلئے گیا اور میں نے کہا کہ آج جا رہا ہوں آپ سے ملنا ضروری تھا، ملاقات کیلئے آ گیا ہوں، میرے یہ جملے سن کر انہوں نے سر نیچا کر لیا اور کچھ دیر تک غور کرتے رہے پھر یہ کہا کہ کیا آپ بالکل جا ہی رہے ہیں؟ میں نے کہا: سامان باندھا جا چکا ہے اور راستہ کیلئے ناشتہ بھی تیار ہو چکا ہے، اب جانے کیلئے کوئی حالت منتظرہ باقی نہیں۔ انہوں نے کہا کہ ایک بات آپ میری مان جائیے آپ جا ہی رہے ہیں، مگر اس وقت کا جانا ملتوی کر دیں۔ کل آپ چلے جائیں میری خاطر سے ایک روز کے لئے ٹھہر جانے میں کوئی نقصان تو نہیں۔ میں نے کہا نقصان تو کچھ بھی نہیں ہے آج نہیں کل ہی چلا جاؤں گا، جس طرح آج ناشتہ پک چکا تھا کل بھی پک جائیگا۔ مگر جاؤں گا ضرور، انہوں نے کہا کہ آپ کی خوشی ہے مگر آج ٹھہر جائیں کل نو دس بجے تشریف لے جائیں، اس وقت میں کچھ گذارش کروں گا پھر شام کی گاڑی سے آپ جا سکتے ہیں۔

خواجہ صاحب کا واسطہ دے کر روک لیا گیا:۔

دوسرے دن بھی میں نو دس بجے ملاقات کیلئے گیا، اس وقت متولی صاحب نے یہ کہا کہ بزرگان دین اور خواجہ غریب نواز سے آپ کو جو کچھ عقیدت ومحبت اور ان کے آستانہ عالیہ سے جو میرا لگاؤ اور نسبت ہے۔ اسی تعلق اور نسبت کو آپ کے سامنے رکھتا ہوں اور اس کا واسطہ قرار دیتا ہوں اور سفارشی بناتا ہوں کہ اس عقیدت سے جو آپ کو ہے سوال کرتا ہوں کہ آپ یہاں سے تشریف نہ لے جائیں، میں آپ کا ہوں مدرسہ آپ کا ہے آپ کے جانے سے جو مجھے صدمہ ہوگا اور دل شکنی ہوگی وہ آپ کو ہرگز گوارہ نہیں ہو سکتی، متولی صاحب کے یہ

چند جملے جوانہوں نے اس وقت نہایت دردانگیز لہجے میں ادا کئے میرے دل پر اثر کر گئے اور یہ خیال آیا کہ ان کی اس پرخلوص گذارش کوٹھکرانا روا نہیں، میں نے ان سے کہہ دیا کہ میں سفر کیلئے بالکل تیار ہوگیا تھا اور کوئی قوت مجھے اسوقت روک نہیں سکتی تھی مگر آپ کے یہ جملے کچھ اس طرح مؤثر ہوئے کہ میں اپنے ارادے کوملتوی کر رہا ہوں- آئندہ جو کچھ بھی ہو مگر میں اب نہیں جاسکتا، اسکوسنکروہ بہت مسرور ہوئے اوراٹھ کر معانقہ کیا اور مجھے لیے ہوئے مدرسہ میں پہنچے اور تمام مدرسین وطلبہ کوجمع کر کے انہوں نے ایک مختصری تقریر کی کہ صدرالمدرسین صاحب جانے کیلئے بالکل تیار تھے، آپ سب لوگوں کومعلوم ہوگا کہ ان کی روانگی کا سامان تیار ہو چکا تھا، ناشتہ بھی پک چکا تھا میں نے ان کوروکا اور آج اسی قوت سے کام لیا کہ سمجھ رہا تھا کہ یہ ضرور کارگر ہوگی اور اسکوصدرصاحب کسی طرح رد نہ کریں گے، میں نے ان کوروکا اور اب مدرسہ میں لے کر آیا ہوں اور تمام لوگوں سے یہ کہتا ہوں کہ کان کھول کر سن لو کہ ان کا ہر حکم میرا حکم ہوگا اور جس نے ان کے کسی حکم کو نہ مانا اور ان کا پورا احترام نہ کیا وہ کسی طرح سے مدرس ہو یا طالب علم وہ مدرسہ میں نہیں رہ سکتا- مدرسے کے جتنے معاملات ہیں کلی خواہ جزئی سب ان کوسپرد کیے جاتے ہیں، سب ان کے اختیار میں ہیں ہرسیاہ سفید کا ان کو مالک بنایا جاتا ہے- مدرسہ کے جملہ انتظامات تنہا ان کے ہاتھ میں ہیں، کوئی ان میں دخل نہیں دے سکتا، یہ سب کہنے کے بعد متولی صاحب مجھے لیے ہوئے اپنے مکان پر پہنچے اور وہاں سے مجھ کورخصت کیا مدرسہ کے جملہ امور نہایت خوبی کیساتھ انجام پانے لگے تھوڑا زمانہ گزرنے پایا تھا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز کے عرس میں بریلی جانا ہوا، وہاں سے فارغ ہو کر علی گڑھ پہنچا- مولانا سلیمان اشرف صاحب کا بہت دنوں سے اصرار تھا کہ کبھی علی گڑھ اکٹھے رہیں گے ربیع الاول شریف کا چاند میں نے علی گڑھ میں دیکھا اور کئی روز قیام کرنے کے بعد اجمیر شریف واپس آیا-